اِلہامی پیغام

یُوناؔہ نبی کی کِتاب

کی

تفسیر

مُصنّف

جانتھن ٹرنر

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

ناشرین:

آوازِ حق

۲۰۱۷

www.awazehaq.com

فہرستِ مضامین

باب مضمون صفحہ

باب	مضمون	صفحہ
۱	کہانی کی اہمیت	۱
۲	تاریخی پس منظر	۸
۳	نافرمانی کے نتائج	۱۶
۴	خُدا کو چیلنج کرنا اور خُدا کا ظاہر ہونا	۲۴
	نذریں ادا کرنا	۳۰
۶	خُدا کا بُلاوا	۳۷
۷	روزہ جو مقبُول ٹھہرا	۴۳
۸	گُناہوں کے مُوافِق سلُوک	۴۹
۹	خُدا کی بخشِش	۵۶

تمہید

پاک کلام میں لکھا ہے، ''ہر ایک صحِیفہ جو خُدا کے اِلہام سے ہے تعلیم اور اِلزام اور اِصلاح اور راستبازی میں تربیت کرنے کے لِئے فائِدہ مند بھی ہے تا کہ مردِ خُدا کامِل بنے اور ہر ایک نیک کام کے لِئے بِالکل تیّار ہو جائے۔''
(۲۔تیمُتھیُس ۳:۱۶۔۱۷)

''اِلہامی پیغام'' عُنوان کے تحت ہم آپ کی خدمت میں بائبل مُقدس کی مختلف کتابوں کی تفسیر پیش کرتے ہیں تا کہ نہ صِرف مسِیحی بلکہ غیر مسِیحی دوست بھی حکمت و زندگی سے بھرپور پاک کلام کو آسانی سے سمجھ کر خُدا کی نظر میں کامل و نیک بن سکیں۔ مگر آیئے سب سے پہلے یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ ''اِلہام'' کیا ہے؟ اِلہام جس یونانی لفظ کا ترجمہ ہے، اُس کا مطلب ہے ''وہ جو خُدا کی طرف سے پُھونکا گیا''۔ یعنی جس طرح خُدا نے عملِ تخلیق کے وقت اِنسان کے نتھنوں میں اپنی رُوح پُھونکی تھی، اُسی طرح اُس نے پاک صحیفوں میں بھی اپنی تخلیقی رُوح پُھونک دی ہے۔ رُوح اُلقُدس کی یہ سرگرمی ابتدائی کلیِسیا کے لِئے اِس بات کا ثبوت تھی کہ یہ صحیفے اِلہامی ہیں۔ خُدا نے اپنے پاک رُوح کے وسیلے سے اپنا کلام اِنسانی لفظوں میں پُھونک دیا۔ اِسی ٹھوس حقیقت پر مسِیحی کلیِسیا نے ہمیشہ دعویٰ کِیا کہ بائبل مُقدس ایک اِلہامی کتاب ہے، یعنی اُس کا منبع و سرچشمہ خُدا ہے۔ تو آیئے، ہم بائبل مُقدس میں سے یُوناہ نبی کی کِتاب کی تفسیر پر غور کریں:

پہلا باب

کہانی کی اہمیت

اکثر لوگ جب نام یُوناہؔ سُنتے ہیں تو فوراً اُن کے ذہن میں یُوناہؔ نبی آ جاتا ہے جسے مچھلی نے نگل لِیا تھا۔ مگر کِتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ وہ اِس کہانی کی اہم ترین حقیقت کو نہیں سمجھتے جس سے اُن کے اِیمان کی پختگی کو آزمایا اور پہچانا جاتا ہے۔ مغربی ممالک میں بہت سے لوگ ہیں جو تھوڑا بہت مسیح یِسُوعؔ پر تو اِیمان رکھتے ہیں مگر یُوناہؔ نبی کی کہانی پر اِیمان نہیں رکھتے۔ اِس کے برعکس مشرقی ممالک میں ایسے لوگ ہیں جو یُوناہؔ نبی کی کہانی پر تو اِیمان رکھتے ہیں مگر مسیح یِسُوعؔ کی صلیبی مَوت اور مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا بالکل اِنکار کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خُدا نے یہ سب ہم پر نہیں چھوڑ رکھا کہ ہم کیا مانیں اور کیا نہ مانیں۔ اگر ہم واقعی مسیح پر اِیمان رکھتے ہیں تو ہم پر لازم ہے کہ یُوناہؔ نبی کی کہانی پر بھی اِیمان رکھیں۔ اور اگر ہم سچے دِل سے یُوناہؔ نبی کی کہانی پر اِیمان رکھتے ہیں تو اِس حقیقت کو بھی ماننا چاہیے کہ مسیح یِسُوعؔ مُردوں میں سے جی اُٹھا۔ شائد آپ سوال کریں کہ ہم یہ دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں؟ تو آیئے ذرا مزید گہرائی وتفصیل سے اِس حقیقت کو جاننے کی کوشش کریں۔

یُوناہؔ نبی کی کہانی پر اِیمان نہ رکھنے والے، اپنے اِنکار کی دو وجوہات پیش کرتے ہیں: یا تو وہ کہتے ہیں کہ معجزات ہوتے ہی نہیں یا وہ کہیں گے کہ

خُدا معجزات نہیں کرتا۔ اِس طرح کی سوچ اُس وقت بھی لوگوں کی تھی جب مسیح یِسُوعؔ دُنیا میں تھا۔ مثال کے طور پر اعمال ۲۳ باب اُس کی ۸ آیت میں لکھا ہے، ’’۔۔۔صدُوقی تو کہتے ہیں کہ نہ قیامت ہوگی نہ کوئی فرِشتہ ہے نہ رُوح۔۔۔‘‘ ظاہر ہے کہ جن لوگوں کا اِیمان یہ ہو گا وہ یُوناہؔ نبی کی کہانی پر یقین نہیں رکھیں گے کیونکہ اِس کہانی کی بُنیاد معجزات پر ہے۔ اور اگر معجزات نہیں ہو سکتے تو پھر یقینی بات ہے کہ یُوناہؔ نبی کی کہانی بھی جھوٹ پر مبنی ہو گی۔ یہی وہ فلسفیانہ سوچ تھی جس کی بِنا پر یہُودی راہنماؤں نے مسیح کو رد کِیا، کیونکہ وہ بھی معجزات کے وجود سے اِنکار کرتے تھے۔ اعمال ۵ باب اُس کی ۱۷ آیت میں یہُودی لیڈروں کا ذکر آتا ہے۔ لکھا ہے، ’’۔۔۔سردار کاہن اور اُس کے سب ساتھی جو صدُوقیوں کے فِرقہ کے تھے۔۔۔‘‘

یہ لوگ اور اِن کے دُوسرے ہمخیال جو معجزات کے وجود کو رد کرتے ہیں، مسیح یِسُوعؔ پر مکمل طور پر اِیمان نہیں لا سکتے کیونکہ اُس نے معجزات دکھائے تا کہ لوگ جانیں کہ اُس کا آنا خُدا کی طرف سے ہے۔ مسیح نے فرمایا، ’’اگر مَیں اپنے باپ (یعنی خُدا) کے کام نہیں کرتا تو میرا یقین نہ کرو۔ لیکن اگر مَیں کرتا ہُوں تو گو میرا یقین نہ کرو مگر اُن کاموں کا تو یقین کرو تا کہ تُم جانو اور سمجھو کہ باپ (یعنی خُدا) مُجھ میں ہے اور مَیں باپ میں۔‘‘ (یُوحنّا ۱۰:۳۷-۳۸)

دُوسری طرف وہ لوگ جو یُوناہؔ نبی کی کہانی پر اِیمان رکھتے ہیں لیکن مسیح کی صلیبی مَوت اور جی اُٹھنے کا اِنکار کرتے ہیں، اپنے اِنکار کا یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ اِس قِسم کی مَوت ایک نبی کے لِئے بے عزتی اور شرم کا باعث

ہے۔ اُن کی سوچ کے مطابق خُدا کبھی بھی اپنے نبی کو ایسی ذلت کی مَوت نہیں مارے گا۔ وہ اپنے ذہن میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ خُدا کو کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔ اور اِسی بِنا پر وہ خُدا کے بخشے ہُوئے اُس وسیلے کو رد کر دیتے ہیں جو اُنہیں گُناہوں سے نجات دے سکتا ہے۔

یہُودی راہنماؤں نے مسیح یِسُوعؔ کے ساتھ کچھ اِسی قِسم کے رویہ کا مظاہرہ کِیا۔ یُوحنّاؔ کی اِنجیل ۷ باب اُس کی ۴۳ سے ۵۲ آیت تک لکھا ہے، ''پس لوگوں میں اُس کے سبب سے اِختلاف ہُوا اور اُن میں سے بعض اُس کو پکڑنا چاہتے تھے مگر کِسی نے اُس پر ہاتھ نہ ڈالا۔ پس پیادے سردار کاہنوں اور فریسیوں کے پاس آئے اور اِنہوں نے اُن سے کہا تُم اُسے کیوں نہ لائے؟ پیادوں نے جواب دِیا کہ اِنسان نے کبھی ایسا کلام نہیں کِیا۔ فریسیوں نے اُنہیں جواب دِیا کیا تُم بھی گُمراہ ہو گئے؟ بھلا سرداروں یا فریسیوں میں سے بھی کوئی اُس پر اِیمان لایا؟ مگر یہ عام لوگ جو شرِیعت سے واقِف نہیں لعنتی ہیں۔ نِیکُدیمُسؔ نے جو پہلے اُس کے پاس آیا تھا اور اُنہی میں سے تھا اُن سے کہا کیا ہماری شرِیعت کِسی شخص کو مُجرم ٹھہراتی ہے جب تک پہلے اُس کی سُن کر جان نہ لے کہ وہ کیا کرتا ہے؟ اُنہوں نے اُس کے جواب میں کہا کیا تُو بھی گلِیلؔ کا ہے؟ تلاش کر اور دیکھ کہ گلِیلؔ میں سے کوئی نبی برپا نہیں ہونے کا۔''

اِن لوگوں نے اپنے اِسی تعصّب کی وجہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ گلِیلؔ میں سے کوئی نبی نہیں نکل سکتا۔ اُنہوں نے خُدا کی مرضی پر اپنی تعصّبانہ سوچ کو اہمیت دی۔ اور اِسی لِئے حکمران اِس فیصلے پر پہنچے کہ مسیح یِسُوعؔ خُدا کا نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو گلِیلؔ کے شہر ناصرۃؔ سے آیا تھا۔

یہُودی حکمران اِس نتیجے پر کیوں پہنچے؟ اِس کا جواب نہایت سادہ ہے۔ اگر نبیوں کا آنا گلیلؔ سے نہیں ہو سکتا تو ظاہر ہے مسیح نبی نہیں۔ اور اگر معجزات کا سِرے سے کوئی وجود ہی نہیں تو ظاہر ہے کہ مسیح نے کوئی معجزہ نہیں کِیا۔ اِن تمام حقائق کی روشنی میں کوئی حیرت کی بات ہے کہ یہُودی حکمرانوں نے کیوں فیصلہ کِیا کہ مسیح وہ نہیں جس کا وہ دعویٰ کرتا ہے؟ جب مسیح کو صلیب دیا جا چُکا تو سردار کاہنوں اور فریسیوں نے رومی حاکم پِیلاطُسؔ کے پاس جمع ہو کر کہا، ''۔۔۔ہمیں یاد ہے کہ اُس دھوکے باز نے جیتے جی کہا تھا مَیں تِین دِن کے بعد جی اُٹھوں گا۔ پس حُکم دے کہ تِیسرے دِن تک قبر کی نِگہبانی کی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُس کے شاگرد آ کر اُسے چُرا لے جائیں اور لوگوں سے کہہ دیں کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھا اور یہ پِچھلا دھوکا پہلے سے بھی بُرا ہو۔'' (متّی ۲۷: ۶۳-۶۴)

مسیح یِسُوعؔ کے پاس اُن لوگوں کے لِئے بڑا سیدھا جواب تھا جو اُس کو ماننے سے اِنکار کرتے تھے۔ متّی ۱۲ باب اُس کی ۳۸ سے ۴۱ آیت تک لکھا ہے، ''اِس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں اُس سے کہا اَے اُستاد ہم تُجھ سے ایک نِشان دیکھنا چاہتے ہیں۔ اُس نے جواب دے کر اُن سے کہا اِس زمانہ کے بُرے اور زِناکار لوگ نِشان طلب کرتے ہیں مگر یُوناؔہ نبی کے نِشان کے سِوا کوئی اَور نِشان اُن کو نہ دِیا جائے گا۔ کیونکہ جیسے یُوناؔہ تِین رات دِن مچھلی کے پیٹ میں رہا وَیسے ہی ابنِ آدم تِین رات دِن زمین کے اندر رہے گا۔ نِینوؔہ کے لوگ عدالت کے دِن اِس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ کھڑے

ہو کر اِن کو مُجرم ٹھہرائیں گے کیونکہ اُنہوں نے یُوناؔہ کی منادی پر توبہ کر لی اور دیکھو یہاں وہ ہے جو یُوناؔہ سے بھی بڑا ہے۔"

ایک اَور موقع پر، "۔۔۔فریسیوں اور صدُوقیوں نے پاس آ کر آزمانے کے لِئے اُس سے درخواست کی کہ ہمیں کوئی آسمانی نِشان دِکھا۔ اُس نے جواب میں اُن سے کہا شام کو تُم کہتے ہو کہ کُھلا رہے گا کیونکہ آسمان لال ہے۔ اور صُبح کو یہ کہ آج آندھی چلے گی کیونکہ آسمان لال اور دُھندلا ہے۔ تُم آسمان کی صُورت میں تو تمِیز کرنا جانتے ہو مگر زمانوں کی علامتوں میں تمِیز نہیں کر سکتے۔ اِس زمانہ کے بُرے اور زِناکار لوگ نِشان طلب کرتے ہیں مگر یُوناؔہ کے نِشان کے سِوا کوئی اَور نِشان اُن کو نہ دِیا جائے گا۔۔۔" (متّی ۱۶:۱-۴)

مسیح یِسُوعؔ نے یُوناؔہ نبی کی مثال دے کر اپنے خلاف اُٹھائے جانے والے دونوں اعتراضات کو ایک ہی منہ توڑ جواب سے ٹھنڈا کر دیا۔ کیا تُم کہتے ہو کہ گلِیلؔ سے کوئی نبی نہیں آ سکتا؟ اگر ایسی بات ہے تو یُوناؔہ نبی کو دیکھو۔ وہ جات حِفرؔ نامی گاؤں سے آیا جو مسیح یِسُوعؔ کے آبائی گاؤں ناصرؔۃ سے صِرف ڈھائی میل کے فاصلے پر ہے۔ کیا تُم یہ بھی کہتے ہو کہ معجزات کا کوئی وجود نہیں، اور یہ کہ مسیح کے معجزات محض دھوکا اور فریب ہیں؟ اگر ایسی ہی بات ہے تو یُوناؔہ نبی کو دیکھو۔ مسیح اُنہیں بڑی سادگی سے سمجھا رہا ہے کہ دیکھو، مَیں نے تُمہیں معجزات اور نشانات دِکھا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مَیں خُدا کا نبی ہُوں، مگر تُم لوگ پھر بھی اِنکار کرتے ہو۔ اور جب تُم مُجھے ہلاک کر دو گے تو مَیں قبر سے زندہ نکل کر ایک ایسا عظیم معجزہ کرُوں گا کہ تُم دنگ رہ جاؤ گے۔ اور اگر یہ عظیم معجزہ بھی تُمہیں میری طرف مائل نہ کر سکا تو پھر اَور کچھ نہیں ہو سکتا جو تُمہیں

میرا یقین دلائے۔ ہاں، پھر یہ ضرُور ہو گا کہ تُم اپنے اِیمان کی کمی کے سبب سے قصُوروار ٹھہرائے جاؤ گے اور سزا پاؤ گے۔

اِن ٹھوس حقائق کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یُوناہؔ نبی اور مسیح کی کہانیاں کہنے کو دو ہیں مگر آپس میں یُوں جڑی ہُوئی ہیں کہ اگر کوئی ایک سے اِنکار کرے تو لازماً دُوسری کو بھی رد کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح یُوناہؔ نبی مچھلی کے پیٹ میں رہا، اُسی طرح مسیح بھی قبر میں دفن ہُوا۔ جس طرح یُوناہؔ نبی کو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکل کر نئی زندگی ملی، اُسی طرح مسیح بھی قبر کے اندھیرے چیر کر مُردوں میں سے جی اُٹھا۔

یہ سب کچھ مدِ نظر رکھتے ہُوئے ذہن میں ایک نہایت ضرُوری سوال اُبھرتا ہے کہ کیا میری زندگی میں کوئی ایسی کمی ہے جو مجھے اِس مُسلمہ حقیقت کو تسلیم کرنے سے رُوک رہی ہے؟ کہیں میری فلسفیانہ سوچ کا خُدا کے پاک کلام کے ساتھ ٹکراؤ تو نہیں ہو رہا؟ کہیں مَیں اِلٰہی انتظام و منصُوبے کی لامحدُود وُسعت کو اپنی متعصّبانہ محدُود نظر سے دیکھنے کی کوشش تو نہیں کر رہا؟ بے شک مَیں اِلٰہی کام و مرضی کو پوری طرح سے نہیں سمجھ سکتا، تو پھر کیوں نہ اُس کے ہر کام کو تابعداری اور حلیمی سے قبول کر لُوں؟ بائبل مُقدس میں امثال کی کتاب میں لکھا ہے، ''ایسی راہ بھی ہے جو اِنسان کو سِیدھی معلُوم ہوتی ہے پر اُس کی اِنتہا میں مَوت کی راہیں ہیں۔'' (امثال ۱۴:۱۲)

شائد آپ حیران ہو رہے ہوں کہ یُوناہؔ نبی کی کہانی اور مسیح یِسُوعؔ کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے پر اِیمان نہ رکھنے سے ہم مَوت کی راہ میں کیسے گر سکتے ہیں؟ اور اِس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ مسیح کی صلیبی مَوت، اُس کا قبر

میں دفن ہونا اور مُردوں میں سے جی اُٹھنا، ایسا اِلٰہی انتظام و منصُوبہ ہے جو گُناہگار اِنسان کو جہنم کی آگ سے بچا سکتا ہے۔ اگر مسیح مُردوں میں سے جی نہ اُٹھتا تو ہم گُناہگاروں کے لِئے مخلصی و نجات کی کوئی اُمید نہ ہوتی۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہ مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا کُل جہان کے لِئے نجات کا باعث بن گیا۔

پولُسؔ رسُول اِس حقیقت کو پاک کلام میں یوں پیش کرتا ہے، ''پس جب مسیح کی یہ منادی کی جاتی ہے کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھا تو تُم میں سے بعض کِس طرح کہتے ہیں کہ مُردوں کی قِیامت ہے ہی نہیں؟ اگر مُردوں کی قِیامت نہیں تو مسیح بھی نہیں جی اُٹھا۔ اور اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو ہماری منادی بھی بے فائِدہ ہے اور تُمہارا اِیمان بھی بے فائِدہ۔ بلکہ ہم خُدا کے جُھوٹے گواہ ٹھہرے کیونکہ ہم نے خُدا کی بابت یہ گواہی دی کہ اُس نے مسیح کو جِلا دِیا حالانکہ نہیں جِلایا اگر بالفرض مُردے نہیں جی اُٹھتے۔ اور اگر مُردے نہیں جی اُٹھتے تو مسیح بھی نہیں جی اُٹھا۔ اور اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو تُمہارا اِیمان بے فائِدہ ہے تُم اب تک اپنے گُناہوں میں گرِفتار ہو۔ بلکہ جو مسیح میں سو گئے ہیں وہ بھی ہلاک ہُوئے۔ اگر ہم صِرف اِسی زِندگی میں مسیح میں اُمید رکھتے ہیں تو سب آدمِیوں سے زیادہ بدنصِیب ہیں۔'' (۱-کُرِنتھیوں ۱۵:۱۲-۱۹)

لہذا آپ نے دیکھ لِیا کہ مسیح کا مُردوں میں سے جی اٹھنا اور یُوناہؔ نبی کی کہانی کا ہماری نجات کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

دُوسرا باب

تاریخی پس منظر

یُوناؔہ کی کتاب اِن الفاظ سے شروع ہوتی ہے، ''خُداوند کا کلام یُوناؔہ بِن اِمتّیؔ پر نازِل ہُوا کہ اُٹھ اُس بڑے شہر نِینوہؔ کو جا اور اُس کے خِلاف منادی کر کیونکہ اُن کی شرارت میرے حضُور پُہنچی ہے۔ لیکن یُوناؔہ خُداوند کے حُضُور سے ترسِیسؔ کو بھاگا اور یافاؔ میں پُہنچا اور وہاں اُسے ترسِیسؔ کو جانے والا جہاز مِلا اور کرایہ دے کر اُس میں سوار ہُوا تا کہ خُداوند کے حضُور سے ترسِیسؔ کو اہلِ جہاز کے ساتھ جائے۔'' (یُوناہ ۱:۱-۳)

لیکن سوال یہ ہے کہ یُوناؔہ کون تھا؟ یُوناؔہ کی کتاب اُس کے حالاتِ زندگی پر زیادہ تفصیل سے روشنی نہیں ڈالتی۔ اِس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں: پہلی یہ کہ خُدا کی نظر میں اِنسان کی شخصیت کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ وہ کون ہے۔ خُدا صِرف یہ دیکھتا ہے کہ وہ کِس قِسم کا اِنسان ہے۔ خُدا نے ہمیں یُوناؔہ کی کتاب اِس لِئے نہیں بخشی کہ ہم ایک باکمال اور باصلاحیت اِنسان کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کریں، بلکہ اُس نے ہمیں یُوناؔہ کی کتاب دی ہے تا کہ ہم یُوناؔہ کے ذریعہ اپنے اندر گہرائی سے جھانک سکیں۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ خُدا، یُوناؔہ کے ذریعہ ہم پر اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ اِس سے شائد خُدا کے بارے میں ہمارے تصور میں نمایاں تبدیلی رُونما ہو کہ خُدا کون ہے اور کِس طرح کا ہے۔

بائبل مُقدس میں ہسٹری کی اہمیت صِرف اُسی وقت ہے جب اِس سے مسیح یِسُوعؔ کے اِلٰہی مقصد کو پہچاننے اور جاننے میں مدد ملتی ہے۔ اِسی لِئے یُوناؔہ کی کتاب اِنسانی رویے پر توجہ دیتی ہے، اور یہ تاثر چھوڑتی ہے کہ پڑھنے والے پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ یُوناؔہ کون ہے اور اِس کہانی کا سیاسی اور تاریخی پس منظر کیا ہے۔ مگر ہمارے درمیان اور یُوناؔہ کی کتاب میں درج واقعات کے دوران تقریباً دو ہزار آٹھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اِس لِئے لازم ہے کہ تاریخ پر ایک نظر ڈالیں تا کہ یُوناؔہ کے دِل کی حالت کو بہتر طور پر سمجھ سکیں اور اُس کی مدد سے اپنے دِل کو بھی پرکھ سکیں۔

یُوناؔہ کی کتاب کے علاوہ پُرانے عہدنامے میں صِرف ایک اَور مقام پر یُوناؔہ کا ذکر آیا ہے۔ دُوسرا سلاطِین ۱۴ باب اُس کی ۲۳ سے ۲۵ آیت تک لکھا ہے، ”اور شاہِ یہُوداؔہ یُوآسؔ کے بیٹے امصِیاؔہ کے پندرھویں برس سے شاہِ اِسرائیلؔ یُوآسؔ کا بیٹا یُربعامؔ سامرِیہؔ میں بادشاہی کرنے لگا۔ اُس نے اِکتالیس برس بادشاہی کی اور اُس نے خُداوند کی نظر میں بدی کی۔ وہ نباطؔ کے بیٹے یُربعامؔ کے اُن سب گُناہوں سے جن سے اُس نے اِسرائیلؔ سے گُناہ کرایا باز نہ آیا۔ اور اُس نے خُداوند اِسرائیلؔ کے خُدا کے اُس سُخن کے مُطابِق جو اُس نے اپنے بندہ اور نبی یُوناؔہ بِن امِتّیؔ کی معرفت جو جات حِفرؔ کا تھا فرمایا تھا اِسرائیلؔ کی حدّ کو حماتؔ کے مدخل سے مَیدان کے دریا تک پھر پُہنچا دِیا۔“

اِس چھوٹے سے بیان کا مطالعہ کر کے ہمیں یُوناؔہ کے بارے میں کئی اہم باتوں کا پتہ چلتا ہے:

نمبر ا، کہ وہ نبی تھا۔ خُدا کا پیغام دُوسروں تک پہنچانے کے لِئے مخصوص اور مَسح کِیا گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ الیشعؔ نبی کو جانتا ہو اور شائد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الیشعؔ ہی نے اُسے مَسح کِیا ہو۔ جغرافیائی لحاظ سے بھی اگر دیکھیں تو جہاں جہاں الیشعؔ اور یُوناؔہ دونوں نے خدمت کا کام کِیا، اور جن بادشاہوں کے ماتحت ہو کر خدمت کی اور اُن کا وہ پیغام جو اُنہوں نے اُن بادشاہوں کو دِیا، اُس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ شائد یُوناؔہ، الیشعؔ کا رُوحانی جانشین تھا۔

نمبر ۲، یُوناؔہ گلِیلؔ کے چھوٹے گاؤں جات حِفرؔ کا رہنے والا تھا جو ناصرۃؔ سے جہاں مسیحؔ یسُوعؔ نے پرورش پائی ڈھائی میل کے فاصلے پر ہے۔

نمبر ۳، یُوناؔہ، عیاش و بدکار بادشاہ یرُبعامؔ دوئم کے دَور میں رہتا رہا اور خدمت کرتا رہا۔

نمبر ۴، یُوناؔہ کا اثر و رسُوخ مُلکی و قومی سطح تک پھیلا ہُوا تھا۔ اُس کی آواز شاہی محل میں سُنی جاتی تھی اور اُس کے پیغام کا عکس و اثر بڑی بڑی بین الاقوامی منصُوبہ بندیوں میں دکھائی دیتا تھا۔

یُوناؔہ کی کتاب کو سمجھنے کے لِئے ضرُوری ہے کہ ہم یاد رکھیں کہ حضرت سُلیمانؔ کی مَوت پر اِسرائیلؔ کی بادشاہت دو حِصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اور انتہائی جنوبی دو قبیلے، بنیمینؔ اور یہُوداہؔ، نے داؤدؔ کے گھر سے اپنی وفاداری قائم رکھی اور اُن کی بادشاہت یہُوداہؔ کے نام سے پہچانی گئی۔ شمال کے باقی دَس قبیلوں نے یرُبعامؔ اوّل کی راہنمائی میں اپنی الگ بادشاہت قائم کر لی جو اِسرائیلؔ کے نام سے پہچانی گئی۔ یُوناؔہ اِسی شمالی بادشاہت میں رہ کر خدمت انجام دیتا رہا۔

اِسرائیلؔ کی بادشاہت کے بارے صِرف اِتنا ہی کہنا کافی ہے کہ وہ خُدا سے دُور، غیر پائیدار اور ظُلم و تشدد کرنے والی تھی۔ اِس خطرے کے پیشِ نظر کہ لوگ کہیں داوٗدؔ کے گھر کی طرف پھر سے نہ مائل ہو جائیں، یُربعامؔ اوّل نے جان بُوجھ کر بُت پرستی شروع کروائی تا کہ لوگ یروشلِیمؔ، ہیکل میں خُدا کی عبادت و پرستش کے لِئے نہ جا سکیں۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ جلد ہی رُوحانی اور اخلاقی پستی نے اپنا ڈیرہ جما لِیا۔ رُوحانی پستی اپنے ساتھ سیاسی پستی لائی، اور بادشاہ کے بعد بادشاہ خونی انقلاب کے ذریعہ سُوکھے پتوں کی طرح گرتے چلے گئے۔ یُربعامؔ اوّل کے گھر کو بعشاؔ نے اور بعشاؔ کے گھر کو زِمریؔ نے تباہ و برباد کر دِیا۔ اِس کے بعد اگلی سلطنت عُمریؔ کی تھی، جس کے بعد یہُورامؔ نے بادشاہی کی۔ یہُورامؔ کا خاتمہ یاہُوؔ کے ہاتھوں ہُوا۔ یُوناؔہ کا تبلیغی کام یاہُوؔ کے پوتے یُربعامؔ کے دورِ حکومت میں ہُوا۔ یُربعامؔ نام کا یہ دُوسرا بادشاہ ہے جو یُربعامؔ ہی کے نام سے جانا گیا۔

اِسرائیلؔ کے شمال میں شامؔ کی بادشاہت تھی۔ حضرت داوٗدؔ اور حضرت سُلیمانؔ کی حکومت میں شامؔ، اِسرائیلؔ کے زیرِ اثر تھا۔ اخی ابؔ کی حکومت سے پہلے شامؔ کے بادشاہوں نے پھر سے اپنی آزادی حاصل کر لی۔ اور دمشقؔ کے علاقے کے بادشاہوں نے اِسرائیلؔ کے خلاف سرحد پر اپنے حملوں اور جنگوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ الیشعؔ نبی کی تبلیغی خدمت کے دوران اِسرائیلؔ کے دارالُحکومت سامرِیہؔ کا محاصرہ کر لِیا گیا اور شامؔ کے بادشاہ حزائیلؔ اور اُس کے بیٹے بِن ہددؔ نے یہُوآخزؔ کو اپنے ماتحت کر لِیا۔ لیکن یُوآسؔ نے بِن ہددؔ سے اِسرائیلی شہر پھر واپس چھین لِئے (۲-سلاطِین ۱۳: ۲۴-۲۵)۔ جیسا کہ ہم دُوسرا سلاطِین ۱۴ باب

اور اُس کی ۲۳ سے ۲۵ آیت میں پہلے ہی دیکھ چکے ہیں، یُربعاؔم دوئم کافی حد تک شاؔم پر اپنا قبضہ دُوبارہ جما چُکا تھا۔

اِسرائیؔل اور شاؔم ہَوا میں جنگ نہیں لڑ رہے تھے۔ گو بائبل ہمیں اُن کے بارے میں زیادہ معلومات فراہم نہیں کرتی، مُلکِ اسُوؔر نے شمالی اور جنوبی دونوں بادشاہتوں کی تقسیم شدہ تاریخ میں ایک اہم کردار ادا کِیا۔ عُمریؔ بادشاہ کی حکمرانی سے پہلے ہی، شاہِ اسُوؔر کئی جنگیں لڑ چکے تھے اور مسوپتامیہؔ میں ایک زبردست طاقت بن چکے تھے۔ ''اشعرناصرپاؔل دوئم اپنی بے رحم اور ظالمانہ جنگی فتوحات کے بارے میں ہمیشہ شیخی مارتا تھا۔ مَیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر حملہ آور ہُوا اور اُنہیں لے لِیا۔ مَیں نے اُس عظیم پہاڑ کے بیچ میں اُن کو ذبح کر دِیا اور اُن کے خُون سے مَیں نے پہاڑ کو اِس طرح سُرخ کر دِیا جس طرح کوئی اوُن پر لال رنگ چڑھا دیتا ہے۔ جو باقی رہ گئے اُن سے مَیں نے پہاڑوں کی تنگ گھاٹیوں اور ڈھلوانوں کو تاریک کر دِیا۔ مَیں نے اُن کے مال و دولت کو لوٹ لِیا۔ مَیں نے اُن کے سپاہیوں کے سَر کاٹ دیئے، اور مَیں نے اُنہیں اُن کے شہر کے سامنے ایک ستون میں نصب کر دِیا، اور اُن کے جوان لڑکوں اور جوان لڑکیوں کو آگ میں جلا دِیا۔

''مَیں نے شہر کے دروازے کے سامنے ایک ستون بنایا، اور مَیں نے اُن تمام سرداروں کی کھال ادھیڑ دی جنہوں نے بغاوت کی، اور مَیں نے اُس ستون کو اُن کی کھال سے ڈھانپ دِیا۔ کچھ کو مَیں نے ستون کے اندر ہی چُن دِیا، کچھ کو مَیں نے ستون کے اُوپر میخیں ٹھوک کر لکڑیوں میں پیوست کر دِیا، اور کچھ کو مَیں نے ستون کے اردگرد لکڑیوں کے ساتھ باندھ دِیا۔ اور اپنی سرحدوں

کے اندر بھی مَیں نے بُہتیروں کی کھال کھینچ دی اور اُن کی چمڑی سامنے دیوار پر پھیلا دی۔ اور مَیں نے باغی افسروں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دِیئے۔" (Light From the Ancient Past, The Achaeological Background of the Hebrew-Christian Religion, Volume I, Jack Finegan, (Princeton University Press, second edition, 1974, p. 202-203

اب سوال یہ ہے کہ اِس کا یُوناؔہ سے کیا تعلق ہے؟ "اسُوریوں کی وہ ظُلم سے بھر پور جنگی مشین جو اشعرناصرپالؔ دوئم نے بنائی تھی، اُس کے بیٹے سلمنسرؔ سوئم نے شامؔ اور فلسطینؔ کے خلاف حملے کر کے بار بار استعمال کی۔ چھٹے سال کی تواریخ میں اُس کے ایک ایسے ہی حملے کا بیان ہے۔

"حامی لیڈروں میں جنہوں نے سلمنسرؔ سوئم کی مخالفت کی دمشقی ہدوعزرؔ کا نام سرِ فہرست ہے۔ اِس کے بعد حماتؔ کا اِرحولینیؔ اور تیسرے نمبر پر اِسرائیلوں کا اخی ابؔ شامل ہے۔

"کندہ کی ہُوئی ایک اَور تحریر میں سلمنسرؔ سوئم کی تاریخ کا کچھ حِصہ محفُوظ ہے، جس میں اُس کا عُمریؔ کے بیٹے یاہُوؔ سے خراج لینے کا ذکر آتا ہے۔

"سلمنسرؔ سوئم اپنے آپ کو طاقت ور ترین بادشاہ کہلوانا پسند کرتا تھا، کائنات کا بادشاہ، ایسا بادشاہ جس کا کوئی مخالف نہیں، خود مختار، دُنیا کے چاروں طرف کا ایک طاقت ور بادشاہ جس نے کُل دُنیا کے شہزادوں کی طاقت و قوت بکھیر کر رکھ دی، جس نے اپنے تمام مخالفوں کو برتنوں کی طرح توڑ پھوڑ کر رکھ دِیا۔" (Finegan, op cit., p. 204-206)

تاریخی حالات کا جائزہ لینے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یُوناؔہ کیوں خُدا کے اُس مشن سے بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا جس کے لِئے اُسے خُدا نے بُلایا تھا۔ جب کہ وہ اسُوریوں کی ظالمانہ جنگی سرشت کو خوب اچھی طرح جانتا تھا، اِسی کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ شائد وہ نِینوؔہ جانے سے ڈرتا تھا۔ اسُوری تو اِسرائیلؔ کے سخت ترین دُشمن تھے۔ لیکن یُوناؔہ نے کبھی کِسی خوف کا اظہار نہیں کِیا۔ تو پھر اُس کے بھاگنے کی کیا وجہ تھی؟ وہ خود ہمیں ۴ باب کی ۱ سے ۳ آیت میں بتاتا ہے کہ وہ خُدا کے حضُور سے کیوں بھاگا۔ یُوناؔہ چاہتا تھا کہ اسُوری بالکل تباہ و برباد ہو جائیں۔ وہ خُدا کے حضُور یُوں دُعا کرتا ہے، "۔۔۔اَے خُداوند جب مَیں اپنے وطن ہی میں تھا اور ترسِیسؔ کو بھاگنے والا تھا تو کیا مَیں نے یہی نہ کہا تھا؟ مَیں جانتا تھا کہ تُو رحِیم و کرِیم خُدا ہے جو قہر کرنے میں دِھیما اور شفقت میں غنی ہے اور عذاب نازِل کرنے سے باز رہتا ہے۔" (یُوناہ ۴:۲)

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یُوناؔہ کو کِسی قِسم کا کوئی خوف نہ تھا۔ ہاں، اُس کی تکلیف خوف نہیں بلکہ اُس کا رویہ تھا۔ اور اگر ہم انسانی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو اِس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کیونکہ جو اسُوریوں نے اُس کی قوم کے ساتھ ظُلم و ستم کِیا، اُس کی روشنی میں ایسا رویہ پیدا ہونا کوئی عجیب بات نہیں۔

یُوناؔہ نے خُدا کے حکم کے جواب میں جو رویہ اختیار کِیا، وہ ہمیں مجبور کر دیتا ہے کہ ہم بھی اپنے دِلوں کو ٹٹول کر دیکھیں۔ کیا میرے دِل میں دُوسرے لوگوں کے لِئے خواہ وہ میرے مُلک کے دُشمن ہی کیوں نہ ہوں، ویسی

ہی ہمدردی و پیار ہے جیسے خُدا اُن کے لِئے رکھتا ہے؟ کیا میرے حب اُلوطنی کے جذبے نے مُجھے اِس حد تک اندھا تو نہیں کر دیا کہ مُجھے اِلٰہی مرضی و منصُوبہ نظر ہی نہیں آتا؟ خُدا مُجھے جو کرنے کو کہتا ہے، اُسے نہ کرنے کا میرے پاس کیا عُذر ہے؟

تیسرا باب

نافرمانی کے نتائج

بعض اوقات یہ جاننا نہایت مشکل ہوتا ہے کہ خُدا ہمیں اپنی مرضی و منصُوبے کے مطابق کہیں لے جا رہا ہے یا ہم خود اپنی رغبت و شوق کے پیچھے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ جب ہم واقعی جانتے ہیں کہ خُدا ہم سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو ہم پھر مشکل میں پھنس جاتے ہیں کہ آخر وہ ہمیں کہنا کیا چاہتا ہے؟ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم خُدا کی مرضی اور منصُوبے کو صِرف گزرے واقعات کی روشنی میں پہچانتے ہیں۔ لیکن خُدا ہماری کمزوری جانتا ہے۔ امثال کی کتاب میں لکھا ہے، ”اگر تُو کہے دیکھو ہم کو یہ معلُوم نہ تھا تو کیا دِلوں کو جانچنے والا یہ نہیں سمجھتا؟ اور کیا تیری جان کا نگہبان یہ نہیں جانتا؟ اور کیا وہ ہر شخص کو اُس کے کام کے مُطابِق اجر نہ دے گا؟“ (امثال ۲۴:۱۲) یہ ہم پر خُدا کا بھاری فضل ہے کہ وہ ہمارے خلاف فوراً ہی فیصلہ نہیں کر دیتا بلکہ وہ ہمیں ایسا کام کرنے کو نہیں کہتا جس کے بارے میں ہمیں پہلے سے جاننے کا معقول موقع نہ ملے۔

یُوناؔہ بہرکیف اِس کو اپنے رویے کے لِئے عُذر کے طور پر استعمال نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ یُوناؔہ کی کتاب میں لکھا ہے، ”خُداوند کا کلام یُوناؔہ بِن امِتّیؔ پر نازِل ہُوا کہ اُٹھ اُس بڑے شہر نِینوؔہ کو جا اور اُس کے خِلاف منادی کر کیونکہ اُن کی شرارت میرے حُضُور پُہنچی ہے۔“ (یُوناہ ۱:۱-۲)

اِن آیات میں پانچ چیزوں پر غور کرنے کی ضرُورت ہے:

نمبر ۱، اِس میں کوئی شک نہیں کہ یُوناؔہ کو یہ حُکم کون دے رہا ہے کیونکہ خُدا نے خود اُسے یہ پیغام دِیا۔

نمبر ۲، اِس میں بھی غلطی کا کوئی اِمکان نہیں ہے کہ یہ پیغام کِس کو دِیا جا رہا ہے کیونکہ یہ پیغام صاف طور پر یُوناؔہ کے لِئے تھا۔

نمبر ۳، یُوناؔہ کو واضح طور پر بتایا گیا کہ اُسے کِس طرف جانا ہے، یعنی خُدا نے اُسے شہر نِینوؔہ کو جانے کو کہا۔

نمبر ۴، اُسے صاف صاف بتایا گیا کہ جب وہ وہاں جائے گا تو اُسے کیا کرنا ہو گا، یعنی اُسے اُس شہر کے خلاف تبلیغ کرنا تھا۔

نمبر ۵، یُوناؔہ کو اُس شہر کے خلاف تبلیغ کرنے کی وجہ بتائی گئی کہ وہ اخلاقی پستی میں گِرا ہُوا شہر تھا۔

"لیکن یُوناؔہ خُداوند کے حُضُور سے ترسِیسؔ کو بھاگا اور یافاؔ میں پُہنچا اور وہاں اُسے ترسِیسؔ کو جانے والا جہاز مِلا اور وہ کرایہ دے کر اُس میں سوار ہُوا تا کہ خُداوند کے حُضُور سے ترسِیسؔ کو اہل جہاز کے ساتھ جائے۔" (یُوناہ ۱:۳)

یُوناؔہ کے لِئے خُدا کا پیغام صاف اور واضح تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اُس نے خُدا کے حُکم کی نافرمانی کیوں کی؟ سب سے بُنیادی بات جو ہمیں بار بار جان بُوجھ کر نافرمانی کرنے پر مجبور کرتی ہے، یہ ہے کہ ہم اپنا دِل سخت کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ عِبرانیوں کی کتاب میں لکھا ہے، "۔۔۔اگر آج تُم اُس کی آواز سُنو تو اپنے دِلوں کو سخت نہ کرو۔" (عِبرانیوں ۴:۷)

شائد آپ سوچ رہے ہوں کہ مَیں کوئی نبی تو نہیں، پھر کیسے ممکن ہے کہ مَیں خُدا کی آواز سُنوں؟ بُنیادی بات یہ ہے کہ ہمارے دِل میں خُدا کی مرضی کو جاننے کی خواہش ہو۔ یِسُوعؔ اَلمسیح نے فرمایا، ''اگر کوئی اُس کی مرضی پر چلنا چاہے تو وہ اِس تعلیم کی بابت جان جائے گا کہ خُدا کی طرف سے ہے یا مَیں اپنی طرف سے کہتا ہُوں۔'' (یُوحنّا ۷:۱۷) یُوں تو خُدا کی مرضی جاننے کے مختلف طریقے ہیں، لیکن ہم یہاں صِرف دو کا ذکر کریں گے۔

ایک یہ کہ خُدا ہم سے اپنے اُس کلام کے ذریعہ مخاطب ہوتا ہے جو اُس نے اپنے نبی پیغمبروں پر نازل کِیا۔ بائبل مُقدس میں دُوسرا پطرسؔ، پہلا باب، اُس کی ۲۰ سے ۲۱ آیت میں لکھا ہے، ''اور پہلے یہ جان لو کہ کِتابِ مُقدس کی کِسی نبُوّت کی بات کی تاوِیل کِسی کے ذاتی اِختیار پر مَوقُوف نہیں۔ کیونکہ نبُوّت کی کوئی بات آدمی کی خواہِش سے کبھی نہیں ہُوئی بلکہ آدمی رُوح اُلقدُس کی تحرِیک کے سبب سے خُدا کی طرف سے بولتے تھے۔'' یہی وجہ ہے کہ ہمارے لِئے نہایت ضرُوری ہے کہ ہم باقاعدگی سے بائبل مُقدس کا مطالعہ کریں۔ زبُور کی کتاب میں لکھا ہے، ''تیرا کلام میرے قدموں کے لِئے چراغ اور میری راہ کے لِئے روشنی ہے۔'' (زبُور ۱۱۹:۱۰۵)

دُوسرا طریقہ جس کے ذریعہ خُدا ہم سے مخاطب ہوتا ہے، خُدا کا پاک رُوح ہے۔ خُدا کا وہی پاک رُوح، جس کے ذریعہ اُس نے نبیوں سے کلام کِیا، ہر مسِیحی کے اندر بھی بستا ہے۔ جیسا کہ پاک کلام میں لکھا ہے، ''اور جو ہم کو تُمھارے ساتھ مسیح میں قائم کرتا ہے اور جس نے ہم کو مَسح کِیا وہ خُدا ہے جس نے ہم پر مُہر بھی کی اور بَیعانہ میں رُوح کو ہمارے دِلوں میں دِیا۔''

(۲-کُرِنتھیوں ۱:۲۱-۲۲) ایک اَور مقام پر لکھا ہے، ''مگر مَیں یہ کہتا ہُوں کہ رُوح کے مُوافِق چلو تو جِسم کی خواہش کو ہرگز پُورا نہ کرو گے۔ کیونکہ جِسم رُوح کے خِلاف خواہش کرتا ہے اور رُوح جِسم کے خِلاف اور یہ ایک دُوسرے کے مُخالِف ہیں تا کہ جو تُم چاہتے ہو وہ نہ کرو۔ اور اگر تُم رُوح کی ہدایت سے چلتے ہو تو شرِیعت کے ماتحت نہیں رہے۔'' (گلتیوں ۵:۱۶-۱۸)

لیکن خُدا اگر ہم سے اپنے کلام کے ذریعہ یا اپنے پاک رُوح یا کِسی اَور ذریعہ سے مخاطب ہو تو ہمارے لِئے نہایت ضرُوری ہے کہ ہم اپنے دِلوں کو اُس کے پیغام کے لِئے سخت نہ کریں جیسے یُوناؔہ نے کِیا تھا۔

اور آیئے اب نافرمانی کے نتائج پر کچھ توجہ دیں۔ یُوناؔہ پہلا باب اُس کی چار سے دَس آیت میں لکھا ہے، ''لیکن خُداوند نے سُمندر پر بڑی آندھی بھیجی اور سُمندر میں سخت طُوفان برپا ہُوا اور اندیشہ تھا کہ جہاز تباہ ہو جائے۔ تب ملّاح ہراسان ہُوئے اور ہر ایک نے اپنے دیوتا کو پُکارا اور وہ اجناس جو جہاز میں تھِیں سُمندر میں ڈال دِیں تا کہ اُسے ہلکا کریں لیکن یُوناؔہ جہاز کے اندر پڑا سو رہا تھا۔ تب ناخُدا اُس کے پاس جا کر کہنے لگا تُو کیوں پڑا سو رہا ہے؟ اُٹھ اپنے مَعبُود کو پُکار! شاید وہ ہم کو یاد کرے اور ہم ہلاک نہ ہوں۔ اور اُنہوں نے آپس میں کہا آؤ ہم قُرعہ ڈال کر دیکھیں کہ یہ آفت ہم پر کِس کے سبب سے آئی۔ چُنانچہ اُنہوں نے قُرعہ ڈالا اور یُوناؔہ کا نام نِکلا۔ تب اُنہوں نے اُس سے کہا تُو ہم کو بتا کہ یہ آفت ہم پر کِس کے سبب سے آئی ہے؟ تیرا کیا پیشہ ہے اور تو کہاں سے آیا ہے؟ تیرا وطن کہاں ہے اور تُو کِس قوم کا ہے؟ اُس نے اُن سے کہا مَیں عِبرانی ہُوں اور خُداوند آسمان کے خُدا بحر و برّ کے خالِق

سے ڈرتا ہُوں۔ تب وہ خَوف زدہ ہو کر اُس سے کہنے لگے تُو نے یہ کیا کِیا؟ کیونکہ اُن کو معلُوم تھا کہ وہ خُداوند کے حُضُور سے بھاگا ہے اِس لِئے کہ اُس نے خود اُن سے کہا تھا۔"

دِل سخت کرنے کا افسوسناک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم جانتے ہی نہیں کہ ہمارے ارد گرد کیا ہو رہا ہے۔ ایک وقت تھا کہ ہم خُدا کی معمولی سی آواز بھی سُن لیتے تھے مگر اب یہ حالت ہے کہ ہمیں خطرناک طوفان کا بھی پتہ نہیں چلتا جو تباہی و بربادی لے کر سَر پر کھڑا ہے۔ ہمیں یہ بات ناقابلِ یقین لگتی ہے کہ یُوناؔہ اِتنا غافل تھا کہ اُسے پتہ ہی نہیں چل رہا تھا کہ جہاز ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہونے کو ہے، اور وہ نیند میں مدہُوش سو رہا ہے۔ ہمیں اِس سے سبق سیکھنا چاہیے۔ کیا کبھی ہمارے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو کِسی مصِیبت میں پھنسا لیتے ہیں جس کی ہمیں توقع ہی نہیں ہوتی؟ کیا ایسی حالت میں ہمارے لِئے خُدا کی آواز سُننا مشکل نہیں ہوتا؟ اگر ہمارے ساتھ واقعی ایسا ہُوا تو عین ممکن ہے کہ ہم نے یا تو خُدا کی ہدایت و نصیحت پر جان بُوجھ کر دھیان نہیں دیا یا جو اُس نے کہا، اُس سے صاف اِنکار کر دِیا۔

ذرا یُوناؔہ کے دِل کی سختی پر ایک نظر ڈالیئے کہ وہ طوفان میں پھنسے ہُوئے دُوسرے مسافروں کے لِئے کِسی قِسم کی پریشانی اور فکرمندی ظاہر نہیں کرتا۔ ۱۲ آیت میں وہ کہتا ہے، "۔۔۔مَیں جانتا ہُوں کہ یہ بڑا طُوفان تُم پر میرے ہی سبب سے آیا ہے۔" لیکن اِس کے باوجود یُوناؔہ کِسی قِسم کی شرمندگی و افسوس ظاہر نہیں کرتا کہ اُس نے یہ سب کیا کِیا۔ وہ بالکل ندامت محسوس نہیں کرتا کہ اُس کی وجہ سے اُن کا کتنا نقصان ہُوا ہے۔

آج کل یہ ایک اصُول بن گیا ہے کہ اگر تُمہارے کرنے سے کِسی کو نقصان نہیں پہنچتا ہے تو جو دِل میں آئے کرتے رہو، سب ٹھیک ہے۔ لیکن ایسا کوئی گُناہ نہیں جس سے کِسی کو نقصان نہ پہنچے۔ یُوناؔہ کے گُناہ سے دُوسروں کو نہ صِرف بھاری مالی نقصان ہُوا بلکہ اُن کی زندگیاں بھی خطرے میں پڑ گئیں۔ بِلا شک و شبہ خُدا نے یہ صورتِ حال پیدا کر کے بہت بڑی اچھائی کو جنم دیا، مگر اِس حقیقت سے اِنکار بھی نہیں ہو سکتا کہ اِس سے دُوسرے لوگوں کو بھاری تکلیف اُٹھانی پڑی۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنا چاہیے کہ کہیں ہم بھی یُوناؔہ کی طرح سخت دِل تو نہیں بن گئے؟ کیا ہم اُس درد و تڑپ کو محسوس کرتے ہیں جو ہمارے گُناہ کی وجہ سے دُوسروں کو اُٹھانی پڑتی ہے؟

نافرمانی ہماری دُعائیہ زندگی کو بھی تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ یہ کتنی حیرت کی بات ہے کہ ایک کافر اور غیر اِیمان کے ملاّح کو خُدا کے نبی کو دُعا کرنے کا مشورہ دینا پڑا۔ شائد کوئی یہ سمجھ رہا ہو کہ شرمندگی اور ندامت کی اِس صورتِ حال نے یُوناؔہ کو یقینا تَوبہ کرنے پر مجبور کر دیا ہو گا۔ لیکن ایسا نہیں ہُوا۔ یُوناؔہ نے دُعا کی طرف اُس وقت تک دھیان نہیں دِیا جب تک وہ ڈُوبنے کے بالکل قریب نہیں ہو گیا۔ ۲ باب کی ۷ آیت میں وہ کہتا ہے، ”جب میرا دِل بے تاب ہُوا تو مَیں نے خُداوند کو یاد کِیا اور میری دُعا تیری مُقدس ہَیکل میں تیرے حُضُور پُہنچی۔“ کیا ہم اُس وقت تک دُعا کرنے کا انتظار کرتے ہیں جب تک ہماری زندگی بالکل مِٹنے کو ہے؟ کِتنا اچھا ہو کہ ہم اپنی زندگی خطرے میں پڑنے سے پہلے تَوبہ کریں اور خُدا سے مدد کی اِلتجا کریں۔

یُوناؔہ سے ہمیں ایک اَور سبق ملتا ہے کہ ہماری نافرمانی اور چال چلن غیر اِیمان والوں کے سامنے ہماری گواہی کو بالکل تباہ کر دیتا ہے۔ ہمیں بہت محتاط ہونے کی ضرُورت ہے کہ ہماری زندگی میں ایک ایسا توازن ہونا چاہیے کہ جو ہم کہیں، ویسے زندگی بھی بسر کریں۔ پاک کلام ہم سے بہت اہم سوال پوچھتا ہے، ''تُو جو شرِیعت پر فخر کرتا ہے شرِیعت کے عدُول سے خُدا کی کیوں بے عِزّتی کرتا ہے؟ کیونکہ تُمہارے سبب سے غَیر قَوموں میں خُدا کے نام پر کُفر بکا جاتا ہے۔۔۔'' (رومیوں ۲:۲۳-۲۴) یُوناؔہ اُس خُدا کی عبادت و پرستش کا دعویٰ کرتا ہے جس نے سمندر اور زمین کو بنایا۔ مگر کِتنی نامعقُول سی بات ہے کہ وہ اُسی کے حضُور سے بھاگنے کی کوشش بھی کر رہا ہے! یقیناً اُسے زبُور ۱۳۹ کے بارے میں معلوم تھا جہاں لکھا ہے، ''مَیں تیری رُوح سے بچ کر کہاں جاؤں یا تیری حُضُوری سے کِدھر بھاگُوں؟ اگر آسمان پر چڑھ جاؤں تو تُو وہاں ہے۔ اگر مَیں پاتال میں بِستر بِچھاؤں تو دیکھ! تُو وہاں بھی ہے۔'' (زبُور ۱۳۹:۷-۸)

لیکن عِلم اور اِیمان دو مختلف چیزیں ہیں۔ گُناہ ہماری غیرمستِقل مِزاجی اور بے وقوفی کو ہمیشہ ظاہر کر دیتا ہے۔ شائد یُوناؔہ جانتا تھا کہ وہ خُدا سے چھپ نہیں سکتا، لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ خُدا کے منصُوبے میں گڑبڑ ضرُور پیدا کر سکتا ہے۔ شائد وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ خُدا کے حضُور سے بھاگ جائے تو خُدا کا پیغام شہر نِینوؔہ تک نہیں پہنچ سکے گا یا دیر سے پہنچنے سے نِینوؔہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ ایسی حالت میں اُس کو امثال کی کتاب پر زیادہ دھیان دینا چاہیے تھا جہاں لکھا ہے، ''کوئی حکمت، کوئی فہم اور کوئی مشورت نہیں جو خُداوند کے مُقابل ٹھہر سکے۔'' (امثال ۲۱:۳۰)

یُوناؔہ، خُدا کے حضُور سے بھاگا۔ لیکن اُس نے خُوب اچھی طرح سے سمجھ لِیا کہ ہم اپنے دِل کو خُدا سے دُور تو کر سکتے ہیں، مگر اُس سے بچ کر نکل نہیں سکتے۔

چوتھا باب

خُدا کو چیلنج کرنا اور خُدا کا ظاہر ہونا

ہم نے پچھلے باب میں دیکھا کہ یُوناؔہ کِس طرح خُدا کے حُکم کی نافرمانی کرتے ہُوئے خُدا کے حضُور سے بھاگ کھڑا ہُوا اور ایک ایسے بحری جہاز پر گیا جو اُس سمت کے مخالف جا رہا تھا جس طرف خُدا نے اُس کو جانے کی ہدایت دی تھی۔ یُوناؔہ کو فوراً معلوم ہو گیا کہ اِنسان خُدا سے بھاگ تو سکتا ہے مگر اُس سے کبھی بچ نہیں سکتا۔ خُدا نے سمندر میں ایک طوفان بھیجا تا کہ یُوناؔہ نبی کے منصُوبے پر اپنا منصُوبہ حاوی کرے۔ یُوناؔہ کی کتاب پہلا باب اُس کی ۷ سے ۱۶ آیت میں لکھا ہے، ’’اور اُنہوں نے آپس میں کہا آؤ ہم قُرعہ ڈال کر دیکھیں کہ یہ آفت ہم پر کِس کے سبب سے آئی۔ چُنانچہ اُنہوں نے قُرعہ ڈالا اور یُوناؔہ کا نام نِکلا۔ تب اُنہوں نے اُس سے کہا تُو ہم کو بتا کہ یہ آفت ہم پر کِس کے سبب سے آئی ہے؟ تیرا کیا پیشہ ہے اور تُو کہاں سے آیا ہے؟ تیرا وطن کہاں ہے اور تُو کِس قَوم کا ہے؟ اُس نے اُن سے کہا مَیں عِبرانی ہُوں اور خُداوند آسمان کے خُدا بحر و برّ کے خالِق سے ڈرتا ہُوں۔ تب وہ خَوف زدہ ہو کر اُس سے کہنے لگے تُو نے یہ کیا کِیا؟ کیونکہ اُن کو معلُوم تھا کہ وہ خُداوند کے حُضُور سے بھاگا ہے اِس لِئے کہ اُس نے خُود اُن سے کہا تھا۔ تب اُنہوں نے اُس سے پُوچھا ہم تجُھ سے کیا کریں کہ سُمندر ہمارے لِئے ساکِن ہو جائے؟

کیونکہ سُمندر زیادہ طُوفانی ہوتا جاتا تھا۔ تب اُس نے اُن سے کہا مُجھ کو اُٹھا کر سُمندر میں پھینک دو تو تُمہارے لِئے سُمندر ساکِن ہو جائے گا کیونکہ مَیں جانتا ہُوں کہ یہ بڑا طُوفان تُم پر میرے ہی سبب سے آیا ہے۔ تَو بھی ملّاحوں نے ڈانڈ چلانے میں بڑی محنت کی کہ کنارہ پر پہنچیں لیکن نہ پہنچ سکے کیونکہ سُمندر اُن کے خِلاف اَور بھی زیادہ مَوجزن ہوتا جاتا تھا۔ تب اُنہوں نے خُداوند کے حُضُور گِڑگِڑا کر کہا اَے خُداوند ہم تیری مِنّت کرتے ہیں کہ ہم اِس آدمی کی جان کے سبب سے ہلاک نہ ہوں اور تُو خُونِ ناحق کو ہماری گردن پر نہ ڈالے کیونکہ اَے خُداوند تُو نے جو چاہا سو کِیا۔ اور اُنہوں نے یُوناؔہ کو اُٹھا کر سُمندر میں پھینک دِیا اور سُمندر کا تلاطُم مَوقُوف ہو گیا۔ تب وہ خُداوند سے بُہت ڈر گئے اور اُنہوں نے اُس کے حُضُور قُربانی گُزرانی اور نذریں مانیں۔" (یُوناہ ۱:۷-۱۶)

یہ بالکل معقُول سی بات لگتی ہے کہ اگر اِس طرح کی مصِیبت گُناہ کے سبب سے آئی ہو تو اُس کا پہلا حل یہ ہے کہ اپنے گُناہ کی معافی مانگی جائے۔ لیکن یُوناؔہ ابھی اپنے گُناہ کا اقرار کرنے کے لِئے تیار نہیں۔ وہ ابھی تک خُدا کے منصُوبے میں گڑبڑ ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُس کا رویہ یہ تھا کہ خُدا کی بات نہیں مانُوں گا خواہ جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ اگر اُس کی مَوت سے نِینوؔہ شہر کی تباہی ممکن ہوسکتی ہے تو پھر وہ مرنے کے لِئے بالکل تیار ہے۔

لیکن دُوسری طرف خُدا اِس کوشش میں تھا کہ نِینوؔہ کو بچانے کے ساتھ ساتھ، یُوناؔہ کو بھی بچا لے اور اِس طرح وہ تمام ذرائع استعمال کر رہا تھا جن سے یہ دونوں مقصد پورے ہو سکتے تھے۔ یُوناؔہ کہتا تھا کہ مَر جاؤں گا مگر تابعداری نہیں کرُوں گا۔ ٹھیک، اِسی لِئے خُدا اُسے مَوت کے بالکل قریب لے

جاتا ہے تا کہ اُس کو تابعداری کرنا سکھائے۔ ملّاحوں نے خشکی تک واپس جانے کے لِئے اپنی پوری کوشش کی۔ شائد خشکی اُن کی آنکھوں کے سامنے تھی کہ سمندری طوفان نے اُنہیں آ گھیرا۔ لیکن یُوناؔہ کو بغیر توَبہ کِئے کنارے پر لے جانا، نہ تو نِینوہؔ شہر کے لِئے ٹھیک تھا اور نہ یُوناؔہ کے لِئے۔ پھر تو یُوں لگتا کہ یُوناؔہ نے خُدا کو چیلنج کِیا اور جیت گیا۔ یُوناؔہ تک پہنچا جا سکتا تھا، لیکن اِس کے لِئے خُدا کو انتہا تک جانے کی ضرُورت تھی۔ جیسا کہ لکھا ہے، ''۔۔۔اُنہوں نے یُوناؔہ کو اُٹھا کر سُمندر میں پھینک دِیا اور سُمندر کا تلاطُم مَوقُوف ہو گیا۔۔۔ لیکن خُداوند نے ایک بڑی مچھلی مُقرّر کر رکھی تھی کہ یُوناؔہ کو نِگل جائے اور یُوناؔہ تِین دِن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا۔'' (یُوناہ ۱:۱۵-۱۷)

لیکن ملّاحوں کا کیا ہُوا؟ خُدا نے اُن کی زندگی میں کِس طرح کام کِیا؟ بعض اوقات ہم یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ خُدا سے مُلاقات صِرف عبادت گاہ میں ہی ہوسکتی ہے۔ خُدا سب کا خُداوند ہے، اُس کا ٹھکانہ صِرف عبادت گاہ ہی میں نہیں، وہ اکثر ہمارے دِلوں میں اُس وقت اپنا کام کرنا پسند کرتا ہے جب ہم روزمرہ کام میں مصرُوف ہوتے ہیں۔ مُوسیٰؔ بیابان میں بھیڑ بکریوں کو ہنکا رہا تھا جب اُس نے جلتی ہُوئی جھاڑی میں خُداوند کا فرشتہ دیکھا (خرُوج ۳:۱-۶)۔ جِدعونؔ گیہُوں جھاڑ رہا تھا جب خُداوند کا فرشتہ اُس سے مخاطب ہُوا (قُضاۃ ۶:۱۱-۲۴)۔ جب الیشعؔ، نبی بننے کے لِئے بُلایا گیا وہ کھیت میں ہل جوت رہا تھا (۱-سلاطِین ۱۹:۱۹-۲۱)۔ بیت لحم کے چرواہے اپنے گلّہ کی نِگہبانی کر رہے تھے جب فرشتہ نے اُن کو مسیح کی پَیدائش کی خبر دی (لُوقا ۲:۸-۲۰)۔ پطرسؔ، اندریاسؔ، یعقُوبؔ اور یُوحنّاؔ مچھلی پکڑنے کے کاروبار میں مصروف تھے جب مسیح

نے اُنہیں بُلایا (متّی ۴:۱۸-۲۲)۔ اور متّی محصُول کی چَوکی پر بیٹھا تھا (متّی ۹:۹)۔ سامری عَورت پانی بھرنے کی خاطر کُوئیں کے پاس گئی اور یِسُوعؔ مسیح سے مُلاقات ہُوئی (یُوحنّا ۴:۴-۲۶)۔ ملّاح جہاز میں بیٹھ کر ترسیسؔ کو جا رہے تھے، لیکن رستے میں اُنہوں نے خُدا کو پا لِیا۔ جہاں بھی ایک نرم دِل ہے، خُدا اپنے آپ کو اُس پر ظاہر کرے گا۔

خُدا کی ایک خوبصورت اور اعلیٰ خوبی یہ ہے کہ وہ ہمیں اپنے پاس لانے کے لِئے وہی چیزیں استعمال کرتا ہے جو ہم پہلے سے کر رہے ہوتے ہیں، اور ہمیں اُسی حالت میں قبول کر لیتا ہے جس میں ہم پہلے سے ہوتے ہیں۔ ملّاح جانتے تھے کہ دُعا کِس طرح کرنی ہے۔ خُدا نے اُن کو دِکھایا کہ کِس کے حضُور دُعا کرنی ہے۔ فیصلہ کرنے کا اُن کا ایک اپنا طریقۂ کار تھا۔ خُدا نے اُسی طریقے کو استعمال کر کے اُنہیں موقع دِیا کہ وہ اُسے جانیں۔ وہ سمندر سے خوب واقف تھے۔ خُدا نے اپنی طاقت و عظمت دکھانے کے لِئے سمندر کو استعمال کِیا۔

ملّاحوں نے خُدا کے بارے میں کیا سیکھا؟ کہانی کے شروع میں ہم دیکھتے ہیں کہ ملاّح بُت پرست تھے۔ اُن کا اِیمان تھا کہ موسم کو بدلنا اُن کے خُداؤں کے قابُو میں ہے۔ مگر یہ ایک نہایت اہم بات ہے کہ جب اُنہیں معلوم ہُوا کہ خُداوند خُدا نے سمندر اور زمین کو بنایا ہے تو ڈر گئے۔ آدمیوں کے خُدا کا اِنسان پر کچھ دعویٰ نہیں ہوتا۔ اور اگر آپ ایک دو قُربانیاں کر کے اُن کو خُوش کر دیں تَو بھی وہ آپ کو آپ کے حال پر اکیلا چھوڑ دیں گے۔ لیکن خُدا جس نے آپ کو بنایا ہے ایسا نہیں ہے۔ اگر اُس نے آپ کو بنایا ہے تو پھر اُس کا

آپ پر دعویٰ ہے۔ آپ اپنی من مانی کرنے کے لِئے آزاد نہیں ہیں۔ ذرا ملّاحوں کو دیکھئے کہ جب خُدا نے اُنہیں صاف اور واضح حُکم کے ساتھ تنبیہ کی تو پھر وہ توقع بھی رکھتا ہے کہ وہ اُس کے حُکم کی تابعداری بھی کریں گے۔ یُوناؔہ اُن کے سامنے اِس کی ایک زندہ مثال تھا۔

ملّاحوں نے اِس سے یہ سبق بھی سیکھا کہ خُدا بے جان چیزوں کو بھی اپنے تابع اور قابُو میں رکھ سکتا ہے۔ امثال کی کتاب میں لکھا ہے، ''قُرعہ گود میں ڈالا جاتا ہے پر اُس کا سارا اِنتظام خُداوند کی طرف سے ہے۔'' (امثال ۱۶:۳۳) یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اِس کے باوجود کہ قُرعہ یُوناؔہ کے نام نکلا مگر پھر بھی ملّاحوں نے اُس پر الزام نہیں لگایا۔ ظاہر ہے کہ اُنہوں نے یُوناؔہ کے نام قُرعہ نکلنے کو ایک جُوا سمجھا جس سے خُداؤں کی دِلی تمنا پوری ہو جائے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ملّاحوں کے خوف زدہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ یُوناؔہ درحقیقت قصُوروار نکلا۔ ۱۴ آیت سے یُوں پتہ چلتا ہے کہ ملّاحوں کو ابھی تک یہ قبول کرنے میں مشکل پیش آ رہی تھی کہ طوفان درحقیقت یُوناؔہ کے قصُور کا نتیجہ تھا، نہ کہ محض خُداؤں کی تمنا و خواہش۔ جیسا کہ لکھا ہے، ''تب اُنہوں نے خُداوند کے حُضُور گڑگڑا کر کہا اَے خُداوند ہم تیری مِنّت کرتے ہیں کہ ہم اِس آدمی کی جان کے سبب سے ہلاک نہ ہوں اور تُو خُونِ ناحق کو ہماری گردن پر نہ ڈالے کیونکہ اَے خُداوند تُو نے جو چاہا سو کِیا۔'' ظاہری بات ہے کہ قُرعہ نکالنے سے اُن پر وہ بات عیاں ہُوئی جس کا اُن کو وہم و گماں بھی نہ تھا۔

بائبل مُقدس میں قُرعہ ڈالنے کے کئی اَور نمُونے ہیں۔ لیکن قابلِ ذکر بات ہے کہ مسیح کی کلیسیا کے عیدِ پنتکُست کے دِن قائم ہونے کے بعد قُرعہ

ڈالنے کا ذکر پاک کلام میں کہیں بھی نہیں آ تا۔ ایسا لگتا ہے کہ جب خُدا اپنے بندوں کی راہنمائی اور ہدایت کے لیئے اپنا پاک رُوح بخشتا ہے تو پھر وہ نہیں چاہتا کہ فیصلہ قُرعہ ڈالنے سے کِیا جائے۔

ملّاحوں نے ہمارے سامنے ایک بہت خوبصورت مثال رکھی ہے کہ ہم خُدا کو کِس طرح جواب دیں۔ امثال کی کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ ''خُداوند کا خَوف حِکمت کا شرُوع ہے۔۔۔'' (امثال ۹:۱۰) لیکن ملّاحوں کا خوف صِرف سطحی اور ظاہری نہ تھا بلکہ اُن کے خوف نے اُنہیں خُداوند خُدا کی عبادت کرنے اور اُس کے ساتھ عہد باندھنے پر مجبور کر دِیا۔ ملّاحوں کی طرح ہمارے دِلوں کے خوف کو بھی خُدا کی عبادت و پرستش پر مجبور کر دینا چاہیے۔ اور ہماری عبادت میں خُدا کے ساتھ کوئی نہ کوئی عہد ہونا چاہیے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنی زندگی میں ہونے والے حادثات و واقعات کو پہچان سکتے ہیں جن کی بدولت خُدا ہمیں اپنے قریب لانے کی کوشش کر رہا ہے؟

پانچواں باب

نذریں ادا کرنا

یُوناؔہ ۲ باب اُس کی ۱ سے ۱۰ آیت میں لکھا ہے، ''تب یُوناؔہ نے مچھلی کے پیٹ میں خُداوند اپنے خُدا سے یہ دُعا کی: مَیں نے اپنی مصِیبت میں خُداوند سے دُعا کی اور اُس نے میری سُنی۔ مَیں نے پاتال کی تہ سے دُہائی دی۔ تُو نے میری فریاد سُنی۔ تُو نے مُجھے گہرے سُمندر کی تہ میں پھینک دِیا اور سَیلاب نے مُجھے گھیر لِیا۔ تیری سب مَوجیں اور لہریں مُجھ پر گُزر گئیں اور مَیں سمجھا کہ تیرے حُضُور سے دُور ہو گیا ہُوں لیکن مَیں پھر تیری مُقدس ہَیکل کو دیکھُوں گا۔ سَیلاب نے میری جان کا مُحاصرہ کِیا۔ سُمندر میری چاروں طرف تھا۔ بحری نبات میرے سَر پر لپٹ گئی۔ مَیں پہاڑوں کی تہ تک غرق ہو گیا۔ زمین کے اڑبنگے ہمیشہ کے لِئے مُجھ پر بند ہو گئے۔ تَو بھی اَے خُداوند میرے خُدا تُو نے میری جان پاتال سے بچائی۔ جب میرا دِل بے تاب ہُوا مَیں نے خُداوند کو یاد کِیا اور میری دُعا تیری مُقدس ہَیکل میں تیرے حُضُور پہنچی۔ جو لوگ جُھوٹے مَعبُودوں کو مانتے ہیں وہ شفقت سے محرُوم ہو جاتے ہیں۔ مَیں حمد کرتا ہُوا تیرے حُضُور قُربانی گُذرانُونگا۔ مَیں اپنی نذریں ادا کرُوں گا۔ نجات خُداوند کی طرف سے ہے۔ اور خُداوند نے مچھلی کو حُکم دِیا اور اُس نے یُوناؔہ کو خشکی پر اُگل دِیا۔''

یُوناؔہ کی کہانی کے اِس حصے پر غور کرنے سے دو قابلِ توجہ باتیں سامنے آئی ہیں جن سے یُوناؔہ کے بارے میں ہمیں نئ روشنی ملتی ہے اور اُس دُعا کے بارے میں پتہ چلتا ہے جو خُدا کے ہاں قبُول ہوتی ہے۔

نمبر ایک، یُوناؔہ، خُدا سے اُس وقت دُعا مانگ رہا ہے جب کہ وہ ابھی تک مچھلی کے پیٹ ہی میں ہے۔

نمبر دو، اپنی دُعا میں وہ کہیں بھی نجات اور مخلصی کی درخواست نہیں کرتا بلکہ وہ اِس نکتۂ نگاہ سے دُعا مانگ رہا ہے کہ جیسے اُسے پہلے ہی سے نجات و مخلصی مِل چُکی ہے۔ جہاں تک یُوناؔہ سمجھ رہا ہے اُس کی دُعا کا جواب اُسے پہلے ہی مِل چُکا ہے۔ جب ہم خُدا کے حضُور دُعا میں حاضر ہوتے ہیں تو کیا اِس طرح کے اعتماد کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں؟

یُوناؔہ کی دُعا کے بارے میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے، لیکن ہم یہاں صِرف مختصر اُس کے اندازِ بیان پر غور کریں گے جو دُعا میں اُس نے استعمال کِیا:

"مَیں نے اپنی مصِیبت میں خُداوند سے دُعا کی اور اُس نے میری سُنی۔۔۔" (یُوناہ ۲:۲)

یسعیاؔہ ۶۵ باب کی ۲۴ آیت میں خُدا اپنے لوگوں سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ "۔۔۔مَیں اُن کے پُکارنے سے پہلے جواب دُونگا اور وہ ہنُوز کہہ نہ چُکینگے کہ مَیں سُن لُونگا۔" خُدا کی ایک خصُوصیت یہ ہے کہ وہ اَزل سے ہے۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہ خُدا ہماری طرح وقت کے ماتحت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بائبل مُقدس ہمیں یقین دلاتی ہے کہ خُدا انجام کو اَزل ہی سے جانتا ہے۔ جب تک خُدا وقت کے ماتحت نہیں؛ اُس کے لِئے ماضی اور مستقبل ایسے ہی ہے جیسے زمانۂ

حال۔ کیونکہ خُدا معرفتِ کُل رکھتا ہے، اِس لِئے وہ ہماری دُعا کا جواب ہمارے مانگنے سے پہلے ہی دے سکتا ہے۔ ہاں، یہ علیحدہ بات ہے کہ اُس کا جواب شائد وہ نہیں ہوتا جو ہم چاہتے ہیں۔ یُوناؔہ نے جب نجات و مخلصی کی التجا کی تو وہ یقینا مچھلی نہیں چاہتا تھا۔ جب ہم دُعا کرتے ہیں تو کیا ہمارا اِتنا اِیمان ہوتا ہے کہ ہماری عجیب حالت کے باوجود خُدا نے ہماری دُعا سُن لی ہے؟

"۔۔۔مَیں پھر تیری مُقدس ہَیکل کو دیکھوں گا۔" (یُوناہ ۲:۴)

اِس آیت سے تین چیزیں واضح ہوتی ہیں۔

نمبر ۱، اُمید۔ یُوناؔہ تین دِن سے مچھلی کے پیٹ میں تھا۔ اگر انسانی نقطہء نظر سے دیکھا جائے تو اُمید کی قطعی کوئی گنجائش دِکھائی نہیں دیتی۔ لیکن یُوناؔہ پھر بھی جانتا ہے کہ یہ آخر نہیں ہے۔ وہ آنے والے دنوں میں پھر خُدا کی عبادت و خدمت کرے گا۔ جب ہم دُعا کرتے ہیں تو کیا ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہم مستِقبل میں کِس طرح خُدا کی خدمت کریں گے، یا ہم صِرف لفظی دُعا کرتے ہیں تا کہ ہم مصِیبت سے چُھٹکارا پا لیں؟

نمبر ۲، تَوبہ۔ پہلا سلاطِین ۸ باب اُس کی ۲۲ سے ۵۳ آیت میں حضرت سُلیمانؔ نے ہَیکل کو مخصُوص کرتے وقت جو دُعا کی، اُس سے یُوں لگتا ہے کہ "ہَیکل کی طرف دیکھنا" تَوبہ کرنے کا ایک اشارتی اظہار ہے۔ مثلاً سُلیمانؔ نے دُعا کی، "اور تُو اپنے بندہ اور اپنی قَوم اِسرائیلؔ کی مُناجات کو جب وہ اِس جگہ کی طرف رُخ کر کے کریں سُن لینا بلکہ تُو آسمان پر سے جو تیری سُکُونت گاہ ہے سُن لینا اور سُن کر مُعاف کر دینا۔" (۱-سلاطِین ۸:۳۰)

یُوناہؔ کا دِل مچھلی کے پیٹ میں ویسا نہیں تھا جیسا جہاز پر تھا۔ جہاز پر وہ بالکل بے حِس اور لاتعلق سا اِنسان تھا، مگر مچھلی کے پیٹ میں وہ شکستہ دِل اور توبہ کرنے والا اِنسان تھا۔ جب ہم دُعا کرتے ہیں تو کیا ہم خُدا کے سامنے توبہ کرنے والے دِل کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں؟

نمبر ۳، خُدا کی خدمت کو اوّلیت۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ یُوناہؔ کا تبلیغی کام اُس وقت تک صِرف اِسرائیلؔ کے مُلک میں تھا، جب کہ خُدا کی ہَیکل یروشلِیمؔ میں یہُوداہؔ کے مُلک میں تھی۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ یُربعامؔ اوّل نے جان بُوجھ کر اِسرائیلؔ میں بُت پرستی شروع کروائی تا کہ لوگ ہَیکل میں خُدا کی عبادت و پرستش کے لِئے نہ جائیں۔ یہ عین ممکن ہے کہ جب یُوناہؔ کہتا ہے کہ وہ ہَیکل کو پھر دیکھے گا، تو وہ تسلیم کر رہا ہے کہ اُس نے خُدا کی خدمت کرنے سے زیادہ، اپنے مُلک کی خدمت پر زیادہ دھیان دِیا ہے۔ اب وہ پھر خُدا کی خدمت کو اوّلیت دے رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہم کِس کو اوّلیت دیتے ہیں؟ کیا ہم کِسی چیز کو اِتنی اہمیت دیتے ہیں کہ وہ ہماری اِلٰہی خدمت میں رُکاوٹ بن جائے؟

”۔۔۔مَیں نے خُداوند کو یاد کِیا۔۔۔“ (یُوناہ ۲:۷)

وہ کیا سبب تھا جس کی بِنا پر یُوناہ نے خُدا کو بُھلا دِیا؟ ہم اِس بارے زیادہ تفصیل سے نہیں جانتے۔ ہم صِرف قیاس آرائی ہی کر سکتے ہیں۔ لیکن یُوناہؔ ایک بااثر آدمی تھا۔ کیا یہ اُس کا مال و دولت یا بادشاہ کے ہاں اُس کا اثر و رسُوخ تھا جس نے اُس کے دِل کو تبدیل کر دِیا؟ یُربعامؔ دوئم کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ایک بدچلن بادشاہ تھا۔ کہیں یُوناہؔ بدچلن بادشاہ کے جال میں تو

نہیں پھنس گیا، اور اُس کی آوارگی اور بدچلنی دیکھ کر بھی اُسے مُعاف کر دِیا؟ اُس کے آوارہ پن کو جان بُوجھ کر درگزر کر دِیا؟ ہم سب خُدا کی برکتیں چاہتے ہیں۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ اِن ہی برکتوں کی وجہ سے ہم خُدا کو بُھول سکتے ہیں۔ اِستِثنا کی کتاب، باب ۸ اور اُس کی ۱۱ سے ۱۴ آیت میں مُوسیٰؔ نے لوگوں کو یہ نصیحت کی، ”سو خبردار رہنا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تُو خُداوند اپنے خُدا کو بُھول کر اُس کے فرمانوں اور حُکموں اور آئِین کو جِن کو آج تُجھ کو سُناتا ہُوں ماننا چھوڑ دے۔ ایسا نہ ہو کہ جب تُو کھا کر سیر ہو اور خُشنُما گھر بنا کر اُن میں رہنے لگے اور تیرے گائے بَیل کے گلّے اور بھیڑ بکریاں بڑھ جائیں اور تیرے پاس چاندی اور سونا اور مال بکثرت ہو جائے تو تیرے دِل میں غرُور سمائے اور تُو خُداوند اپنے خُدا کو بُھول جائے جو تُجھ کو مُلکِ مِصرؔ یعنی غُلامی کے گھر سے نِکال لایا ہے۔“

مال و دولت کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں ہیں جو ہمیں خُدا سے دُور کر سکتی ہیں۔ ہم سب کو چاہیے کہ ہم اپنے دِلوں کو پرکھیں اور دیکھیں، ایسا نہ ہو کہ ہمارے بُرے دوست، ہمارا غصہ، ہماری تلخ مزاجی یا اِسی طرح کی کوئی اَور چیز ہمیں خُدا سے جُدا کرے۔

”جو لوگ جُھوٹے مَعبُودوں کو مانتے ہیں وہ شفقت سے محرُوم ہو جاتے ہیں۔“ (یُوناہ ۲:۸)

یُوناہؔ بھی اُس وقت تک جُھوٹ کے پیچھے بھاگتا رہا جب تک سب کچھ ہاتھ سے نہ نکل گیا۔ لیکن جب ہم مَوت کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہوں تو بہت سی چیزیں جو ہمارے نزدیک اہمیت رکھتی ہیں اپنی چمک کھو دیتی ہیں۔ مسیح

یِسُوعؔ نے فرمایا، ''۔۔۔جو کوئی اپنی جان بچانا چاہے وہ اُسے کھوئے گا اور جو کوئی میری اور اِنجیل کی خاطِر اپنی جان کھوئے گا وہ اُسے بچائے گا۔ اور آدمی اگر ساری دُنیا کو حاصِل کرے اور اپنی جان کا نُقصان اُٹھائے تو اُسے کیا فائِدہ ہو گا؟'' (مرقس ۸:۳۵-۳۶)

ہمیں اپنا سب کچھ کھو کر اُسے پانا چاہیے جو واقعی پانے کے لائق ہے۔ بیج اُس وقت تک پھل نہیں دیتا جب تک مَر نہیں جاتا (دیکھیں یُوحنّا ۱۲:۲۴-۲۵)۔ مَیں کیسے بے کار مَعبُود کے ساتھ چمٹا ہُوا ہُوں جو مُجھے خُدا کے فضل کے تجربہ سے محروم رکھے ہُوئے ہے؟

''مَیں حمد کرتا ہُوا تیرے حُضُور قُربانی گذرانُونگا۔۔۔'' (یُوناہ ۲:۹)

پہلا تھِسّلُنیکیوں ۵ باب، اُس کی ۱۶ سے ۱۷ آیت میں مسیحیوں کو ہدایت کی گئی ہے، ''ہر وقت خُوش رہو۔ بِلا ناغہ دُعا کرو۔ ہر ایک بات میں شُکر گُزاری کرو کیونکہ مسیح یِسُوعؔ میں تُمہاری بابت خُدا کی یہی مرضی ہے۔'' شکر گزاری اور عبادت لازم و ملزُوم ہیں۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر دِل میں شکر گزاری نہ ہو تو عبادت ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن کیا مَیں کیسے بھی حالات کیوں نہ ہوں خُدا کا شکر بجا لا سکتا ہُوں، جیسا کہ مچھلی کے پیٹ میں؟

''۔۔۔مَیں اپنی نذریں ادا کرُوں گا۔۔۔'' (یُوناہ ۲:۹)

ہمیں اِس آیت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ یُوناؔہ نے کیسی نذریں ادا کرنے کا وعدہ کِیا تھا۔ مگر پھر بھی ہم اندازہ ضرُور لگا سکتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ یُوناؔہ نبی تھا جو باقاعدہ مَسح کِیا گیا تھا اور خُدا کا پیغام پھیلانے کے لِئے مخصُوص کِیا گیا تھا۔ کیا ہم تصور کر سکتے ہیں کہ اُس نے خُدا کے ساتھ وفاداری سے ہر

کام کرنے کا عہد کِیا ہو گا؟ لیکن خُدا نے جو پیغام پھیلانے کی ذمہ داری اُسے سونپی تھی اُسی کا اُس نے انکار کِیا۔ اور تِین دِن تک مچھلی کے پیٹ میں پڑے رہنے کے بعد آخر کار اُس نے اپنا عہد نبھانے کا فیصلہ کِیا۔ ذرا دھیان دیجئے کہ صِرف اُسی لمحے جب یُوناؔہ نے خُدا کے ساتھ باندھے ہُوئے عہد کو پھر سے پُورا کرنے کا فیصلہ کِیا تو خُدا نے مچھلی کو حُکم دِیا کہ اُسے خُشکی پر نکال پھینکے۔ صِرف زبانی کلامی نہیں بلکہ خُدا عملی طور پر تابعداری چاہتا ہے۔ کیا مَیں اپنے اُن وعدوں میں سچا ہُوں جو مَیں نے خُدا کے ساتھ باندھے ہیں؟

چھٹا باب

خُدا کا بُلاوا

خُدا کی بے شمار خُوبیوں میں ایک سب سے اعلیٰ خوبی یہ ہے کہ وہ ہم پر زبردستی اپنی مرضی مُسلّط نہیں کرتا۔ وہ ہمیں بُلاتا ہے اور پھر ہمارے جواب کا انتظار کرتا ہے۔ اُس کے ہر بُلاوے پر ہمیں ایک فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ بُنیادی طور پر ہمارے سامنے دو باتیں ہوتی ہیں۔ یا تو ہم اپنا دِل سخت کر سکتے ہیں تا کہ خُدا کی مرضی کے سامنے جھکنا نہ پڑے، یا ہم تابعداری سے قبول کر سکتے ہیں۔ یُوناہؔ کی کتاب کے تیسرے باب میں یُوناہؔ اور شہر نِینوہؔ کے رہنے والے دونوں کو اِس قِسم کے فیصلے کا سامنا کرنا پڑا کہ وہ خُدا کے پیغام کو قبول کر لیں یا اپنے دِلوں کو سخت کر لیں۔

لیکن اِس سے ایک نہایت اہم سوال ذہن میں اُبھرتا ہے کہ اگر ہمیں آزادی ہے کہ خُدا کی تابعداری سے انکار کر دیں تو کیا ہم اِس قابل بھی ہیں کہ خُدا کے منصُوبے کو تباہ و برباد کریں؟ نہیں، خُدا ہمیشہ اپنے مقصد کی تکمیل کر لیتا ہے۔ سوال یہ نہیں کہ کیا خُدا کو عروج و کامیابی حاصل ہو گی، بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا ہم اُس عروج و کامیابی میں شامل ہوں گے یا نہیں؟ آسترؔ ملِکہ کو اپنے لوگوں کی ہلاکت سے پہلے ایسا ہی فیصلہ کرنا تھا۔ اُس نے مردؔکی کو بتا دیا کہ وہ اِس سلسلے میں بے بس ہے۔ ”تب مردؔکی نے اُن سے کہا کہ آسترؔ کے پاس یہ

جواب لے جائیں کہ تُو اپنے دِل میں یہ نہ سمجھ کہ سب یہُودیوں میں سے تُو بادشاہ کے محّل میں بچی رہے گی۔ کیونکہ اگر تُو اِس وقت خاموشی اِختیار کرے تو خلاصی اور نجات یہُودیوں کے لِئے کِسی اَور جگہ سے آئے گی پر تُو اپنے باپ کے خاندان سمیت ہلاک ہو جائے گی اور کیا جانے کہ تُو ایسے ہی وقت کے لِئے سلطنت کو پہنچی ہے؟" (آستر ۴:‏۱۲-۱۴) اکثر اوقات ہم نافرمانی کی راہ اختیار کرتے ہیں کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ اِس میں ہمارا فائدہ ہے۔ لیکن درحقیقت ہمیں یہ جاننے کی ضرُورت ہے کہ ہمارا فائدہ تابعداری میں ہے۔ جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ خُدا کی مرضی ہے کیا تو ہمیں آسترؔ ملِکہ جیسا مِزاج رکھنا چاہیے۔ "۔۔۔مَیں بادشاہ کے حُضُور جاؤنگی جو آئین کے خِلاف ہے اور اگر مَیں ہلاک ہُوئی تو ہلاک ہُوئی۔" (آستر ۴:‏۱۶)

ہم نے دیکھا کہ یُوناؔہ نے خُدا کے پہلے بُلاوے پر کِس طرح اپنے دِل کو سخت کر لِیا۔ لیکن دُوسرے بُلاوے پر اُس نے تابعداری سے کام لِیا۔ یُوناؔہ کی کتاب ۳ باب، اُس کی ایک سے چار آیت میں اِس بارے میں یُوں لکھا ہے: "اور خُداوند کا کلام دُوسری بار یُوناؔہ پر نازِل ہُوا کہ اُٹھ اُس بڑے شہر نِینوؔہ کو جا اور وہاں اُس بات کی مُنادی کر جس کا مَیں تُجھے حُکم دیتا ہُوں۔ تب یُوناؔہ خُداوند کے کلام کے مُطابِق اُٹھ کر نِینوؔہ کو گیا اور نِینوؔہ بہت بڑا شہر تھا۔ اُس کی مسافت تِین دِن کی راہ تھی۔ اور یُوناؔہ شہر میں داخِل ہُوا اور ایک دِن کی راہ چلا۔ اُس نے مُنادی کی اور کہا چالِیس روز کے بعد نِینوؔہ برباد کِیا جائے گا۔"

روایتی طور پر آیت ۳ کا ترجمہ کِیا گیا ہے، ''۔۔۔نِینوؔہ بہت بڑا شہر تھا۔۔۔'' شہنشاہی شہر یا قدیم نِینوؔہ کو تقریباً آٹھ میل لمبی دیوار نے گھیر رکھا تھا۔ نِینوؔہ کے ارد گرد انتظامی اُمور کے علاقے میں نواحی بستیاں اور چھوٹے چھوٹے شہر تھے، جیسے ہترؔا خورسؔ آباد اور نمرُودؔ۔ شہر رحوبوتؔ عیر، کلحؔ اور رسنؔ کو شامل کرنے کے لِئے شاید نام نِینوؔہ ہی استعمال ہُوا ہو۔ رحوبوتؔ عیر، کلحؔ اور رسنؔ جیسے شہروں کا نام پَیدائش کی کتاب کے ۱۰ باب کی ۱۱ سے ۱۲ آیت میں درج ہے۔

لیکن ہمیں نِینوؔہ شہر کی لمبائی چوڑائی کی بحث میں نہیں پڑنا چاہیے بلکہ خُدا کے اصل مقصد کی طرف دھیان دینا چاہیے کہ وہ ہمیں اِس سے کیا سکھانا چاہتا ہے۔ تین آیت کا اِس طرح بھی ترجمہ کِیا جا سکتا ہے، ''۔۔۔نِینوؔہ ایک بہت اہم شہر تھا۔۔۔''

حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک آدمی خُدا کے نزدیک اہم ہے۔ دُوسرا پطرسؔ، ۳ باب کی ۹ آیت میں لکھا ہے، ''۔۔۔تُمہارے بارے میں تحمُّل کرتا ہے اِس لِئے کہ کِسی کی ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ سب کی تَوبہ تک نوبت پہنچے۔''

لیکن خُدا صِرف ہماری نجات نہیں چاہتا، وہ ہم سے اپنے پیار کا عملی طور پر مظاہرہ کرتا ہے۔ رومِیوں کے نام خط، ۵ باب اُس کی ۶ سے ۸ آیت میں لکھا ہے، ''۔۔۔جب ہم کمزور ہی تھے تو عَین وقت پر مسِیح بے دِینوں کی خاطِر مُوا۔ کِسی راستباز کی خاطِر بھی مُشکِل سے کوئی اپنی جان دے گا مگر شاید کِسی نیک آدمی کے لِئے کوئی اپنی جان تک دے دینے کی جُرأت کرے۔ لیکن

خُدا اپنی محبّت کی خُوبی ہم پر یُوں ظاہِر کرتا ہے کہ جب ہم گُناہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطِر مُوا۔" ہمیں کبھی بھی اِس شک میں نہیں رہنا چاہیے کہ ہم خُدا کے نزدیک اہم نہیں ہیں۔ ہم اُس کے لِئے اِتنے اہم ہیں کہ مسیح ہماری خاطر مُوا۔ اگر خُدا ہم میں سے ہر ایک کو اِتنا پیار کرتا ہے تو اِس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ نِینوؔہ اُس کے لِئے اہم تھا۔ خُدا چاہتا ہے کہ ہر ایک نجات پائے، خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ اور اِسی لِئے خُدا نے یُوناؔہ کو نِینوؔہ بھیجا۔

لیکن اِس سے ایک اَور سوال سامنے آتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ اسُوری بدچلن اور ظالم لوگ تھے۔ یقیناً وہ اِس لائق نہیں تھے کہ اُنہیں اِس تباہی سے بچا لِیا جاتا۔ لیکن کیا ہر کِسی کو نجات کی ضرُورت نہیں؟ پَولُسؔ رسُول اِس بارے میں کہتا ہے، "۔۔۔ہم یہُودیوں اور یُونانیوں دونوں پر پیشتر ہی یہ اِلزام لگا چکے ہیں کہ وہ سب کے سب گُناہ کے ماتحت ہیں۔ چُنانچہ لِکھا ہے کہ کوئی راستباز نہیں۔ ایک بھی نہیں۔ کوئی سمجھدار نہیں۔ کوئی خُدا کا طالِب نہیں۔ سب گُمراہ ہیں سب کے سب نِکمّے بن گئے۔ کوئی بھلائی کرنے والا نہیں۔ ایک بھی نہیں۔" (رومِیوں ۳:۹-۱۲)حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اچھے ہوتے تو ہمیں نجات کی ضرُورت نہ ہوتی۔ اور جب کہ ہم بُرے ہیں تو ہم اِس قابل نہیں ہیں۔ جیسا کہ اِفسیوں کے نام خط میں پَولُسؔ کہتا ہے، "اِن میں ہم بھی سب کے سب پہلے اپنے جِسم کی خواہشوں میں زِندگی گُذارتے اور جِسم اور عقل کے اِرادے پُورے کرتے تھے اور دُوسروں کی مانِند طبعی طور پر غضب کے فرزند تھے۔ مگر خُدا نے اپنے رحم کی دَولت سے اُس بڑی محبّت کے سبب سے جو اُس نے ہم سے کی جب قصُوروں کے سبب سے مُردہ ہی تھے تو ہم کو مسیح کے ساتھ زِندہ کِیا۔ (تُم

جب قُصُوروں کے سبب سے مُردہ ہی تھے تو ہم کو مسیح کے ساتھ زِندہ کِیا۔ (تُم کو فضل ہی سے نجات مِلی ہے۔)'' (اِفسیوں ۲:۴-۵)

لیکن جب کہ خُدا ہماری نجات چاہتا ہے، ساتھ ساتھ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ ہم آزادی سے ہر بات کا فیصلہ کریں۔ کیا ہم اُس کے پیغام کو قبول کر لیں یا اِنکار کریں؟ کیا ہم تَوبہ کریں، یا اپنے دِلوں کو سخت کر لیں؟

یُوناؔہ ۳ باب اُس کی ۵ سے ۶ آیت میں لکھا ہے، ''تب نِینوؔہ کے باشِندوں نے خُدا پر اِیمان لا کر روزہ کی مُنادی کی اور ادنیٰ و اعلیٰ سب نے ٹاٹ اُوڑھا۔ اور یہ خبر نِینوؔہ کے بادشاہ کو پہنچی اور وہ اپنے تخت پر سے اُٹھا اور بادشاہی لِباس کو اُتار ڈالا اور ٹاٹ اُوڑھ کر راکھ پر بَیٹھ گیا۔''

کیا ہم خُدا کے پیغام کا جواب ویسے ہی دینگے جس طرح نِینوؔہ کے لوگوں نے دِیا؟ عِبرانیوں کی کتاب ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ''کیونکہ حق کی پہچان حاصِل کرنے کے بعد اگر ہم جان بُوجھ کر گُناہ کریں تو گُناہوں کی کوئی اَور قُربانی باقی نہیں رہی۔ ہاں عدالت کا ایک ہَولناک اِنتظار اور غضبناک آتش باقی ہے جو مُخالِفوں کو کھا لے گی۔'' (عِبرانیوں ۱۰:۲۶-۲۷)

نِینوؔہ کے لوگوں نے جس طرح خُدا کے پیغام کا جواب دِیا، اُس سے ہم ایک اَور سبق سیکھ سکتے ہیں۔ اگر ہم محض ظاہری طور پر نظر کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسُوری لوگ نجات پانے کے اُمیدوار نہیں تھے۔ اُن کا نہایت ظالمانہ اور جابرانہ رویہ دیکھ کر ہم میں سے اکثر یہ رائے دیں گے کہ یہ لوگ نجات پانے کے ہرگز قابل نہیں ہیں۔ لیکن خُداوند اِس طرح نہیں دیکھتا جس طرح ہم دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ پہلا سموئیلؔ ۱۶ باب، اُس کی ۷ آیت میں لکھا ہے،

’’۔۔۔خُداوند اِنسان کی مانِند نظر نہیں کرتا اِس لِئے کہ اِنسان ظاہری صُورت کو دیکھتا ہے پر خُداوند دِل پر نظر کرتا ہے۔‘‘ خُدا کی نظر ہماری باہر کی سختی کو چِیر کر ہمارے اندر چھپی ہُوئی نرم و نازک رُوح کو دیکھتی ہے۔ یاد رہے کہ یُوناؔہ اسُوریوں کو خُدا کے چُنے ہُوئے یعنی اِسرائیلی لوگوں کا دُشمن سمجھتا تھا۔ لیکن خُدا اُنہیں بھی ہلاکت سے بچانا چاہتا تھا۔ کیا ہمارا رویہ اپنے دُشمنوں کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا خُدا کا؟ مسیح یِسُوعؔ نے فرمایا، ’’لیکن مَیں تُم سُننے والوں سے کہتا ہُوں کہ اپنے دُشمنوں سے محبّت رکھو۔ جو تُم سے عداوت رکھیں اُن کا بھلا کرو۔ جو تُم پر لعنت کریں اُن کے لِئے برکت چاہو۔ جو تُمہاری تحقِیر کریں اُن کے لِئے دُعا کرو۔‘‘ (لُوقا ۶: ۲۸-۲۹) ہم لوگوں کے دِلوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ کون جانتا ہے؟ اگر ہم مسیح کے فرمان کے مطابق اپنے دُشمنوں سے محبّت کا سلُوک کرتے تو شائد وہ توبہ کی طرف مائل ہو جاتے، جس طرح نِینوہؔ والے ہُوئے۔

ساتواں باب

روزہ جو مقبُول ٹھہرا

یُوناؔہ کی کتاب ۳ باب اُس کی ۳ سے ۵ آیت میں لکھا ہے، ''تب یُوناہ خُداوند کے کلام کے مُطابِق اُٹھ کہ نِینوؔہ کو گیا اور نِینوؔہ بہت بڑا شہر تھا۔ اُس کی مسافت تِین دِن کی راہ تھی۔ اور یُوناؔہ شہر میں داخِل ہُوا اور ایک دِن کی راہ چلا۔ اُس نے مُنادی کی اور کہا چالِیس روز کے بعد نِینوؔہ برباد کِیا جائے گا۔ تب نِینوؔہ کے باشِندوں نے خُدا پر اِیمان لا کر روزہ کی مُنادی کی اور ادنیٰ و اعلیٰ سب نے ٹاٹ اُوڑھا۔''

اِس آیت میں لکھا ہے کہ نِینوؔہ کے لوگ خُدا پر اِیمان لائے۔ لیکن اِس اِیمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ بائبل مُقدس کے مطابق اِیمان محض لفظی طور پر کِسی حقیقت کو تسلیم کر لینے کا نام نہیں۔ سچا اِیمان ہمیشہ اِنسان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اُس پر عمل بھی کرے جس پر اِیمان رکھتا ہے۔ یعقُوبؔ کا عام خط ۲ باب، اُس کی ۱۴ سے ۱۹ آیت میں لکھا ہے، ''اَے میرے بھائیو! اگر کوئی کہے کہ مَیں اِیماندار ہُوں مگر عمل نہ کرتا ہو تو کیا فائِدہ؟ کیا ایسا اِیمان اُسے نجات دے سکتا ہے؟ اگر کوئی بھائی یا بہن ننگی ہو اور اُن کو روزانہ روٹی کی کمی ہو اور تُم میں سے کوئی اُن سے کہے کہ سلامتی کے ساتھ جاؤ گرم اور سیر رہو مگر جو چیزیں تن کے لِئے درکار ہیں وہ اُنہیں نہ دے تو کیا فائِدہ؟ اِسی طرح اِیمان بھی

اگر اُس کے ساتھ اعمال نہ ہوں تو اپنی ذات سے مُردہ ہے۔ بلکہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ تُو تو اِیماندار ہے اور مَیں عمل کرنے والا ہُوں۔ تُو اپنا اِیمان بغیر اعمال کے تو مُجھے دِکھا اور مَیں اپنا اِیمان اعمال سے تُجھے دِکھاؤں گا۔ تُو اِس بات پر اِیمان رکھتا ہے کہ خُدا ایک ہی ہے خَیر۔ اچھا کرتا ہے۔ شیاطین بھی اِیمان رکھتے اور تھرتھراتے ہیں۔"

نِینوؔہ کے لوگوں نے اپنا سچا اِیمان اپنے اعمال سے دکھایا۔ ذرا غور کیجئے کہ یہ کوئی تھوڑے سے لوگ نہیں تھے جو اِیمان لائے، "۔۔۔ادنیٰ و اعلیٰ سب نے ٹاٹ اُوڑھا۔" (یُوناہ ۳:۵)

آیت ۶ سے ۸ میں لکھا ہے، "اور یہ خبر نِینوؔہ کے بادشاہ کو پہنچی اور وہ اپنے تخت پر سے اُٹھا اور باشاہی لِباس کو اُتار ڈالا اور ٹاٹ اُوڑھ کر راکھ پر بَیٹھ گیا۔ اور بادشاہ اور اُس کے ارکانِ دَولت کے فرمان سے نِینوؔہ میں یہ اِعلان کِیا گیا اور اِس بات کی مُنادی ہُوئی کہ کوئی اِنسان یا حَیوان گلّہ یا رمہ کُچھ نہ چکھے اور نہ کھائے پیئے۔ لیکن اِنسان اور حَیوان ٹاٹ سے مُلبّس ہوں۔۔۔"

شائد آپ اِس روزے کے بارے میں جو نِینوؔہ کے لوگوں نے رکھا حیران ہو رہے ہوں۔ کچھ مذاہب ایسے ہیں جو کِسی مہینہ یا سال کا کوئی خاص وقت روزے کے لِئے وقف کر دیتے ہیں۔ لیکن روزہ رکھنے کے معنی کیا ہے؟ روزہ کا مقصد کیا ہے؟ بائبل میں روزہ رکھنے کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ اگر ہم اِن کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ روزہ مختلف وجُوہات اور اسباب کی بِنا پر رکھا جاتا ہے۔ یہاں ہم چند ایک کا ذکر کرینگے:

۱) روزہ حالات کی دشواری کے سبب سے رکھا جاتا ہے۔ ہم اِتنے پریشان ہیں یا غم سے اِتنے بھرے ہُوئے ہیں کہ ہم کھانا بھی بُھول جاتے ہیں۔ جب ساؤلؔ بادشاہ اور اُس کے بیٹے جنگ میں مارے گئے تو وہ ایسا ہی لمحہ تھا۔ لکھا ہے، ''تب داؤدؔ نے اپنے کپڑوں کو پکڑ کر اُن کو پھاڑ ڈالا اور اُس کے ساتھ کے سب آدمیوں نے بھی ایسا ہی کِیا۔ اور وہ ساؤلؔ اور اُس کے بیٹے یُونتنؔ اور خُداوند کے لوگوں اور اِسرائیلؔ کے گھرانے کے لِئے نَوحہ کرنے اور رونے لگے اور شام تک روزہ رکھا اِس لِئے کہ وہ تلوار سے مارے گئے تھے۔'' (۲-سموئیل ۱:۱۱-۱۲)

۲) جب دُوسرے شخص کی خاطر ہم خُدا کے حضُور اِلتجائیں پیش کرتے ہیں تو روزہ رکھنا مناسب ہے۔ ایسا روزہ آہ و زاری سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ زبُور ۳۵، اُس کی ۱۳ اور ۱۴ آیت میں داؤدؔ بادشاہ کہتا ہے، ''۔۔۔مَیں نے تو اُن کی بیماری میں جب وہ بیمار تھے ٹاٹ اُوڑھا اور روزے رکھ رکھ کر اپنی جان کو دُکھ دِیا اور میری دُعا میرے ہی سِینہ میں واپس آئی۔ مَیں نے تو ایسا کِیا گویا وہ میرا دوست یا میرا بھائی تھا۔ مَیں نے سر جُھکا کر غم کِیا جیسے کوئی اپنی ماں کے لِئے ماتم کرتا ہو۔''

۳) روزے کا ایک مقصد یہ ہے کہ آزمائش اور مصِیبت کے دِنوں میں خُدا سے ہدایت مانگنا۔ دُوسرا تواریخ میں ایک ایسی مثال ہے۔ لکھا ہے، ''تب چند لوگوں نے آ کر یہُوسفطؔ کو خبر دی کہ دریا کے پار ارامؔ کی طرف سے ایک بڑا انبوہ تیرے مُقابلہ کو آ رہا ہے۔۔۔ یہُوسفطؔ ڈر کر دِل سے خُداوند کا طالِب ہُوا اور سارے یہُوداہؔ میں روزہ کی مُنادی کرائی۔ اور بنی یہُوداہ خُداوند

سے مدد مانگنے کو اِکٹّھے ہُوئے بلکہ یہُوداؔہ کے سب شہروں میں سے خُداوند سے مدد مانگنے کو آئے۔" (۲-تواریخ ۲۰: ۲-۴)

۴) جب ہم نے کوئی بڑا فیصلہ کرنا ہو یا اپنی زندگی کا رُخ تبدیل کرنا ہو تو روزہ رکھنا ایک مُناسب قدم ہے۔ کاہن عزرؔا نے اُس وقت کے حالات پر کچھ لکھا ہے جب لوگ بابلؔ کی اسیری سے نکل کر یروشلیمؔ واپس گئے۔ "تب مَیں نے اہاوؔا کے دریا پر روزہ کی مُنادی کرائی تا کہ ہم اپنے خُدا کے حُضُور اُس سے اپنے اور اپنے بال بچّوں اور اپنے مال کے لِئے سِیدھی راہ طلب کرنے کو فروتن بنیں۔ کیونکہ مَیں نے شرم کے باعِث بادشاہ سے سپاہیوں کے جتھے اور سواروں کے لِئے درخواست نہ کی تھی تا کہ وہ راہ میں دُشمن کے مُقابلہ میں ہماری مدد کریں کیونکہ ہم نے بادشاہ سے کہا تھا کہ ہمارے خُدا کا ہاتھ بھلائی کے لِئے اُن سب کے ساتھ ہے جو اُس کے طالِب ہیں اور اُس کا زور اور قہر اُن سب کے خِلاف ہے جو اُسے ترک کرتے ہیں۔ سو ہم نے روزہ رکھ کر اِس بات کے لِئے اپنے خُدا سے مِنّت کی اور اُس نے ہماری سُنی۔" (عزرا ۸: ۲۱-۲۳)

اِسی قِسم کے روزے کی ایک اَور مِثال مسیح یِسُوعؔ کے روزے کی ہے جو اُنہوں نے اپنی عوامی خدمت شروع کرنے سے پہلے رکھا (متّی ۴: ۱-۱۱)۔

۵) روزہ رکھنے کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے گُناہوں کا اِقرار کریں اور توبہ کریں۔ بائبل مُقدس میں اِس قِسم کے روزے کی کئی مثالیں ہیں۔ جیسا کہ نحمیاؔہ کی کتاب، ۹ باب اُس کی ایک سے دو آیت میں لکھا ہے، "پھر اِسی مہینے کی چَوبیسویں تاریخ کو بنی اِسرائیلؔ روزہ رکھ کر اور ٹاٹ

اُوڑھ کر اور مِٹّی اپنے سر پر ڈال کر اِکٹھے ہُوئے۔ ۔۔۔اور کھڑے ہو کر اپنے گُناہوں اور اپنے باپ دادا کی خطاؤں کا اِقرار کِیا۔'' ''اِقرار کرنے'' کا اصلی مطلب ہے، ''ویسے کہنا جیسے خُدا کہتا ہے۔'' اور ''توبہ کرنے'' کا مطلب ہے، ''ہماری سوچ میں تبدیلی، جو ہمیں موجودہ راستے سے ہٹا کر خُدا کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔''

لیکن خُدا کے نزدیک ہمارے روزے کی کیا اہمیت ہے؟ ہم نے دیکھا کہ اِیمان کا مظاہرہ اعمال سے ہونا چاہیے۔ اِسی طرح سچے روزے کا مطلب یہ نہیں کہ بس کھانے سے باز رہیں۔ یسعیاؔہ نبی نے ہمارے لِئے خُدا کے الفاظ کو یُوں محفوظ کِیا ہے، ''۔۔۔تُم اپنے روزہ کے دِن میں اپنی خُوشی کے طالِب رہتے ہو اور سب طرح کی سخت محِنت لوگوں سے کراتے ہو۔ دیکھو تُم اِس مقصد سے روزہ رکھتے ہو کہ جھگڑا رگڑا کرو اور شرارت کے مُکّے مارو۔ پس اب تُم اِس طرح کا روزہ نہیں رکھتے ہو کہ تُمہاری آواز عالمِ بالا پر سُنی جائے۔ کیا یہ وہ روزہ ہے جو مُجھ کو پسند ہے؟ ایسا دِن کہ اُس میں آدمی اپنی جان کو دُکھ دے اور اپنے سر کو جھاؤ کی طرح جُھکائے اور اپنے نِیچے ٹاٹ اور راکھ بِچھائے؟ کیا تُو اِس کو روزہ اور ایسا دِن کہے گا جو خُداوند کا مقبُول ہو؟ کیا وہ روزہ جو مَیں چاہتا ہُوں یہ نہیں کہ ظُلم کی زنجِیریں توڑیں اور جُوئے کے بندھن کھولیں اور مظلُوموں کو آزاد کریں بلکہ ہر ایک جُوئے کو توڑ ڈالیں؟ کیا یہ نہیں کہ تُو اپنی روٹی بُھوکوں کو کِھلائے اور مِسکِینوں کو جو آوارہ ہیں اپنے گھر میں لائے اور جب کِسی کو ننگا دیکھے تو اُسے پہنائے اور تُو اپنے ہم جنس سے رُوپوشی نہ کرے؟ تب تیری روشنی صُبح کی مانِند پُھوٹ نِکلے گی اور تیری صِحت کی ترقّی جلد ظاہِر ہوگی۔ تیری صداقت

تیری ہراول ہوگی اور خُداوند کا جلال تیرا چنڈاول ہوگا۔ تب تُو پُکارے گا اور خُداوند جواب دے گا۔ تُو چلّائے گا اور وہ فرمائے گا مَیں یہاں ہُوں۔ اگر تُو اُس جُوئے کو اور اُنگلیوں سے اِشارہ کرنے کو اور ہرزہ گوئی کو اپنے درمِیان سے دُور کرے گا اور اگر تُو اپنے دِل کو بُھوکے کی طرف مائِل کرے اور آزُردہ دِل کو آسُودہ کرے تو تیرا نُور تارِیکی میں چمکے گا اور تیری تِیرگی دو پہر کی مانِند ہو جائے گی۔" (یسعیاہ ۵۸:۳۔۱۰)

نِینوؔہ کے لوگوں نے خُدا کے پیغام کا اِس طرح جواب دِیا کہ خُدا خُوش ہُوا۔ بادشاہ نے اعلان کِیا کہ"۔۔۔اِنسان اور حَیوان ٹاٹ سے مُلبّس ہوں اور خُدا کے حُضُور گریہ و زاری کریں بلکہ ہر شخص اپنی بُری روِش اور اپنے ہاتھ کے ظُلم سے باز آئے۔ شائد خُدا رحم کرے اور اپنا اِرادہ بدلے اور اپنے قہرِ شدِید سے باز آئے اور ہم ہلاک نہ ہوں۔" (یُوناہ ۳:۸۔۹)

نِینوؔہ کے لوگوں نے اپنی بدچلنی کا اِقرار کِیا اور تَوبہ کر کے بدی کے راستے سے کنارہ کِیا۔ کیونکہ نِینوؔہ کے رہنے والوں کا روزہ سچا تھا، محض نمائش نہ تھا، اِسی لِئے خُدا نے اُن کے روزے کو قبول کِیا۔ جیسا کہ لکھا ہے، "جب خُدا نے اُن کی یہ حالت دیکھی کہ وہ اپنی اپنی بُری روِش سے باز آئے تو وہ اُس عذاب سے جو اُس نے اُن پر نازِل کرنے کو کہا تھا باز آیا اور اُسے نازِل نہ کِیا۔" (یُوناہ ۳:۱۰)

ہم سب کو اپنے آپ سے یہ پُوچھنا چاہیے کہ ہمارا روزہ ایسا روزہ ہے جو خُدا قبول کرے گا یا ہم صِرف ایک بےمعنی رسم ادا کر رہے ہیں؟

آٹھواں باب

گُناہوں کے مُوافِق سلُوک

ہم نے دیکھا کہ کِس طرح نِینوہؔ کے لوگوں نے اپنی بدچلنی سے تَوبہ کی اور کِس طرح خُدا اُن کو تباہ کرنے سے باز آیا۔ یُوناہؔ ۴ باب کی ۱ سے ۴ آیت میں لکھا ہے، ''لیکن یُوناہؔ اِس سے نِہایت ناخُوش اور ناراض ہُوا۔ اور اُس نے خُداوند سے یُوں دُعا کی کہ اَے خُداوند جب مَیں اپنے وطن ہی میں تھا اور ترسِیسؔ کو بھاگنے والا تھا تو کیا مَیں نے یہی نہ کہا تھا؟ مَیں جانتا تھا کہ تُو رحِیم و کرِیم خُدا ہے جو قہر کرنے میں دِھیما اور شفقت میں غنی ہے اور عذاب نازِل کرنے سے باز رہتا ہے۔ اب اَے خُداوند مَیں تیری مِنّت کرتا ہُوں کہ میری جان لے لے کیونکہ میرے اِس جینے سے مَر جانا بہتر ہے۔ تب خُداوند نے فرمایا کیا تُو ایسا ناراض ہے؟''

یُوناہؔ، خُدا کی خُوبیاں اچھی طرح سے جانتا تھا۔ وہ تسلیم کرتا ہے کہ خُدا رحیم و کریم، قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے۔ لیکن قابلِ ذکر بات ہے کہ گو یُوناہؔ آخر کار نِینوہؔ جانے پر راضی ہُوا، وہ نِینوہؔ کے لوگوں سے کبھی نہیں کہتا کہ خُدا کی طرف پھر کر اُس سے رحمت مانگیں۔ یُوناہ کو خُوب معلوم تھا کہ خُدا مُعاف کرنا چاہتا ہے، لیکن یُوناہؔ نہیں چاہتا کہ نِینوہؔ کو مُعاف کِیا جائے۔ وہ صِرف یہ پیغام لایا کہ ''۔۔۔چالِیس روز کے بعد نِینوہؔ برباد کِیا جائے گا۔''

وہ صِرف یہ پیغام لایا کہ ''۔۔۔چالِیس روز کے بعد نِینوؔہ برباد کِیا جائے گا۔''
(یُوناہ ۳:۴)

یُوناؔہ نے خُدا کی جِن خوبیوں کا ذکر کِیا، یُوں لگتا ہے کہ وہ زبُور کی کتاب سے مدد لے رہا ہے۔ زبُور ۱۰۳، اُس کی ۸ آیت میں کچھ ایسا بیان ہے، ''خُداوند رحِیم اور کرِیم ہے۔ قہر کرنے میں دِھیما اور شفقت میں غنی۔'' زبُور ۱۴۵، اُس کی ۸ سے ۹ آیت میں خُدا کے بارے میں یُوں ذکر ہے، ''خُداوند رحِیم و کرِیم ہے۔ وہ قہر کرنے میں دِھیما اور شفقت میں غنی ہے۔ خُداوند سب پر مہربان ہے اور اُس کی رحمت اُس کی ساری مخلُوق پر ہے۔''

یہ کِتنے افسوس کی بات ہے کہ یُوناؔہ کو پاک صحائف کا علم تھا مگر پھر بھی اُس نے اِن سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ زبُور جو یُوناؔہ نے اپنے بیان میں استعمال کِئے ہیں، وہ دونوں شکر گزاری کے زبُور ہیں۔ اور وہ وجہ جس کے سبب سے ہمیں شکر گزاری کرنی چاہیے، اُس کا ذکر زبُور ۱۰۳ کی اگلی دو آیات میں ہے لیکن یُوناؔہ اُن کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ جیسا کہ لکھا ہے، ''وہ سدا جھِڑکتا نہ رہے گا۔ وہ ہمیشہ غضبناک نہ رہے گا۔ اُس نے ہمارے گُناہوں کے مُوافِق ہم سے سُلوک نہیں کِیا اور ہماری بدکاریوں کے مُطابِق ہم کو بدلہ نہیں دِیا۔'' (زبُور ۱۰۳:۹-۱۰)

یہ حقیقت ہے کہ خُدا نے نِینوؔہ کے رہنے والوں کے ساتھ اُن کے گُناہوں کے مؤافق سُلوک نہیں کِیا۔ لیکن یُوناؔہ اِس پر غور نہیں کر رہا کہ خُدا نے اُس کے ساتھ بھی اُس کے گُناہوں کے مطابق سُلوک نہیں کِیا۔ خُدا کے پیار اور رحم و کرم کی یہ عظیم خوبی یُوناؔہ کو شکر گزاری پر مجبور کرنے کے لِئے کافی تھی۔ مگر

بجائے اِس کے وہ خُدا سے ناراض ہُوا۔ کیا ہم بھی اِسی طرح کرتے ہیں جس طرح یُوناہؔ نے کِیا؟ کیا ہم نہیں پہچانتے کہ جس طرح اَور لوگوں کو خُدا کے رحم و پیار کی ضرُورت ہے اُسی طرح ہمیں بھی ہے؟ کیا خُدا کا رحم ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم اُس کی شکر گزاری بجا لائیں؟ کیا ہم خُوشی نہ منائیں جب خُدا دُوسروں کے ساتھ رحم و پیار سے پیش آتا ہے؟

خُدا کے رحم پر ناراض ہو کر یُوناہؔ خُدا کے اختیار و اثر میں مداخلت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بائبل مُقدس میں اِستِثنا کی کتاب، ۳۲ باب، اُس کی ۳۵ آیت میں خُدا فرماتا ہے، ''۔۔۔اِنتقام لینا اور بدلہ دینا میرا کام ہو گا۔۔۔'' یہی اصول نئے عہدنامے میں ذرا وضاحت سے پھر لاگو کِیا گیا ہے۔ رومِیوں ۱۲ باب، اُس کی ۱۷ سے ۲۱ آیت میں لکھا ہے، ''بدی کے عِوض کِسی سے بدی نہ کرو۔ جو باتیں سب لوگوں کے نزدِیک اچھی ہیں اُن کی تدبِیر کرو۔ جہاں تک ہو سکے تُم اپنی طرف سے سب آدمیوں کے ساتھ میل مِلاپ رکھو۔ اَے عزِیزو! اپنا اِنتقام نہ لو بلکہ غضب کو مَوقع دو کیونکہ یہ لِکھا ہے کہ خُداوند فرماتا ہے اِنتقام لینا میرا کام ہے۔ بدلہ مَیں ہی دُوں گا۔ بلکہ اگر تیرا دُشمن بُھوکا ہو تو اُس کو کھانا کِھلا۔ اگر پِیاسا ہو تو اُسے پانی پِلا کیونکہ ایسا کرنے سے تُو اُس کے سَر پر آگ کے انگاروں کا ڈھیر لگائے گا۔ بدی سے مغلُوب نہ ہو بلکہ نیکی کے ذرِیعہ سے بدی پر غالِب آؤ۔'' ہمیں نہ صِرف یہ چاہیے کہ ہم خُدا کو موقع دیں کہ وہ ہمارا انتقام لے بلکہ ہم مسِیحیوں کو چاہیے کہ اپنے دشمنوں کی بھلائی کے لِئے بھی بڑھ چڑھ کر حِصہ لیں۔

تو پھر کیا ہر طرح کا غصہ نا مُناسب ہے؟ نہیں! رحمت و پیار کے ساتھ ساتھ غصہ بھی خُدا کی ذات میں شامل ہے۔ لیکن ہم اِنسان اکثر اوقات غصہ کو اچھے مقصد کے لِئے استعمال نہیں کرتے۔ یہی غصہ ہمیں بہت جلد گُناہ کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ زبُور ۳۷ اور اُس کی ۸ آیت میں لکھا ہے، ''قہر سے باز آ اور غضب کو چھوڑ دے۔ بے زار نہ ہو۔ اِس سے بُرائی ہی نِکلتی ہے۔'' اور اِفسیوں باب ۴، اُس کی ۲۶ آیت میں لکھا ہے، ''غُصّہ تو کرو مگر گُناہ نہ کرو۔ سُورج کے ڈوبنے تک تُمہاری خفگی نہ رہے اور اِبلِیس کو مَوقع نہ دو۔'' اگر یُوناؔہ ناراضگی ظاہر نہ کرتا تو اُس کی شخصیت ہمارے ذہن میں کچھ اَور ہوتی!

اور پھر خُدا نے یُوناؔہ کو ایک زندہ مثال دے کر ایک سبق دِیا۔ یُوناؔہ ۴ باب، اُس کی ۵ سے ۹ آیت میں لکھا ہے، ''اور یُوناؔہ شہر سے باہر مشرِق کی طرف جا بَیٹھا اور وہاں اپنے لِئے ایک چھپّر بنا کر اُس کے سایہ میں بَیٹھ رہا کہ دیکھے شہر کا کیا حال ہوتا ہے۔ تب خُداوند خُدا نے کدّو کی بیل اُگائی اور اُسے یُوناؔہ کے اُوپر پھَیلایا کہ اُس کے سَر پر سایہ ہو اور وہ تکلِیف سے بچے اور یُوناؔہ اُس بیل کے سبب سے نِہایت خُوش ہُوا۔ لیکن دُوسرے دِن صُبح کے وقت خُدا نے ایک کیڑا بھیجا جس نے اُس بیل کو کاٹ ڈالا اور وہ سُوکھ گئی۔ اور جب آفتاب بلند ہُوا تو خُدا نے مشرِق سے لُو چلائی اور آفتاب کی گرمی نے یُوناؔہ کے سَر میں اثر کِیا اور وہ بے تاب ہو گیا اور مَوت کا آرزُو مند ہو کر کہنے لگا کہ میرے اِس جینے سے مَر جانا بِہتر ہے۔ اور خُدا نے یُوناؔہ سے فرمایا کیا تُو اِس بیل کے سبب سے ایسا ناراض ہے؟ اُس نے کہا مَیں یہاں تک ناراض ہُوں کہ مَرنا چاہتا ہُوں۔''

اُس بیل سے خُدا، یُوناؔہ اور ہمیں دو باتیں سکھانا چاہتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہم اکثر اِس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ہر وہ چیز ہماری ہے جو ہمارے قبضے میں ہے۔ ہم بُھول جاتے ہیں کہ ہم محض اُن چیزوں کے رکھوالے اور حفاظت کرنے والے ہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو ہمیں خُدا کی طرف سے عنایت نہ ہُوئی ہو۔ پہلا کُرِنتھیوں ۴ باب، اُس کی ۷ آیت اِس بارے میں کہتی ہے، ''۔۔۔تیرے پاس کونسی ایسی چِیز ہے جو تُو نے دُوسرے سے نہیں پائی؟ اور جب تُو نے دُوسرے سے پائی تو فخر کیوں کرتا ہے کہ گویا نہیں پائی؟'' خُدا، یُوناؔہ کو بتا رہا ہے کہ نِینوؔہ کا مالک کون ہے۔ جس طرح بیل خُدا کی تھی، اُسی طرح نِینوؔہ شہر اور اُس کے لوگ بھی اُسی کے ہیں۔ کیا ہمیں کوئی حق پہنچتا ہے کہ ہم خُدا سے خُدا ہی کی چیزوں کے بارے میں کہیں کہ اُسے کیا کرنا چاہیے؟

دُوسری بات جو خُدا، یُوناؔہ اور ہمیں اُس بیل سے سکھانا چاہتا ہے، یہ ہے کہ ہم سب نوکر ہیں۔ رومیوں ۱۴ باب، اُس کی ۴ آیت میں لکھا ہے، ''تُو کون ہے جو دُوسرے کے نوکر پر اِلزام لگاتا ہے؟ اُس کا قائم رہنا یا گِر پڑنا اُس کے مالِک ہی سے مُتعلِق ہے بلکہ وہ قائم ہی کر دِیا جائے گا کیونکہ خُداوند اُس کے قائم کرنے پر قادِر ہے۔''

یُوناؔہ یُوں ظاہر کر رہا تھا کہ نِینوؔہ والے خُدا کو نہیں، اُسے جواب دہ ہیں۔ یُوناؔہ ۴ باب کی ۱۰ سے ۱۱ آیت میں لکھا ہے، ''تب خُداوند نے فرمایا کہ تُجھے اِس بیل کا اِتنا خیال ہے جس کے لِئے تُو نے نہ کُچھ مِحنت کی اور نہ اُسے اُگایا۔ جو ایک ہی رات میں اُگی اور ایک ہی رات میں سُوکھ گئی۔ اور کیا مُجھے

لازِم نہ تھا کہ مَیں اِتنے بڑے شہر نِینوہؔ کا خیال کرُوں جس میں ایک لاکھ بِیس ہزار سے زِیادہ ایسے ہیں جو اپنے دہنے اور بائیں ہاتھ میں اِمتیاز نہیں کر سکتے اور بے شُمار مویشی ہیں؟''

یُوناہؔ اسُوریوں کو سزا ملنے کے جُوش میں اُن اِلٰہی اصُولوں کو درگزر کر جاتا ہے جو خُدا کے اِنصاف کا حِصہ ہیں:

۱) مُوسیٰؔ کی شرِیعت میں لکھا ہے، ''بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں۔ ہر ایک اپنے ہی گُناہ کے سبب سے مارا جائے۔'' (اِستِثنا ۱۶:۲۴) اگرچہ اسُوری جابر اور ظالم قوم تھی مگر اُن کے چھوٹے چھوٹے بچوں کا کیا قصُور تھا؟ خُدا کو اپنے اِنصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لِئے ہر پہلو سے سُوچنا پڑتا ہے۔ کیا ہم اِنتقام کی آگ میں جل کر یُوناہؔ کی طرح معصُوم و بے گُناہ کو بھی مجرم ٹھہرا دیں گے؟

۲) کوئی شک نہیں کہ خُدا ایک عادل خُدا ہے، اور وہ ہر بُرے کام کی سزا دے گا۔ لیکن یہ بھی ذہن میں رکھنا ہے کہ وہ کِسی کی ہلاکت میں خُوشی محسُوس نہیں کرتا۔ بائبل مُقدس میں حِزقی ایلؔ ۱۸ باب، اُس کی ۳۲ آیت میں لکھا ہے، ''۔۔۔خُداوند خُدا فرماتا ہے مُجھے مَرنے والے کی مَوت سے شادمانی نہیں۔ اِس لِئے باز آؤ اور زِندہ رہو۔'' جس طرح خُدا پیار کرتا ہے اگر ہمیں بھی دُوسروں کے ساتھ ویسا ہی پیار ہوتا تو شائد کبھی کِسی کو تباہ و برباد کرنے میں جلد بازی نہ کرتے۔

۳) ایک اَور وجہ کہ خُدا نے نِینوہؔ کو اپنے رحم و کرم سے تباہ ہونے سے بچا لِیا یہ ہے کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ نِینوہؔ کے ساتھ مویشی بھی ہلاک

ہو جائیں۔ خُدا اپنی ساری مخلوق کی پرواہ کرتا ہے۔ وہ اُس کی تباہی کو معمولی بات نہیں سمجھتا۔ جیسے کہ یسعیاؔہ نبی کی کتاب، ۵ باب اُس کی ۸ آیت میں لکھا ہے، ''اُن پر افسوس جو گھر سے گھر اور کھیت سے کھیت مِلاتے ہیں یہاں تک کہ کُچھ جگہ باقی نہ بچے اور مُلک میں وہ ہی اکیلے بسیں!'' خُدا کی نظر میں اِنسان کی قدر حَیوان سے کہیں زیادہ ہے (متّی ۱۲:۱۲)۔ اگر خُدا نِینوؔہ شہر کے جانوروں تک کو بچانا چاہتا تھا تو نِینوؔہ کے باشندوں کو کِتنا زیادہ بچانا چاہے گا؟

نواں باب

خُدا کی بخشش

یُوناؔہ کی کتاب کی ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ خُدا کی ہستی کے بارے میں ہماری سوچ سے ہٹ کر مختلف پہلو اُجاگر کرتی ہے۔ یُوناؔہ، خُدا کے فعل وعمل کو واضح کرنے کے لِئے بار بار وہی عِبرانی لفظ استعمال کرتا ہے۔

اور ہمارے اُردو ترجمے میں، پہلے باب کی آیت ۱۷ کہتی ہے، ''لیکن خُداوند نے ایک بڑی مچھلی مُقرّر کر رکھی تھی۔۔۔'' چوتھے باب کی ۶ آیت میں لکھا ہے، ''۔۔۔خُداوند خُدا نے کدُّو کی بیل اُگائی اور اُسے یُوناؔہ کے اُوپر پَھیلایا۔۔۔'' چوتھے باب ہی کی ۷ آیت کہتی ہے، ''۔۔۔دُوسرے دِن صُبح کے وقت خُدا نے ایک کیڑا بھیجا جس نے اُس بیل کو کاٹ ڈالا۔۔۔'' اور چوتھے باب ہی کی آیت ۸ میں لکھا ہے، ''۔۔۔جب آفتاب بلند ہُوا تو خُدا نے مشرِق سے لُو چلائی۔۔۔''

وہ عِبرانی لفظ جو اِن چار آیات میں استعمال ہُوا ہے کچھ یُوں ترجمہ ہو سکتا ہے:

خُدا نے ''حُکم دِیا''۔

یا خُدا نے ''تیار کِیا''۔

یا خُدا نے ''مُقرّر کِیا''۔

یا خُدا نے ’’مُہیا کِیا‘‘۔

لیکن لفظوں کا یہ استعمال ہمیں کچھ سُوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ پاک کلام ہمیں بار بار کہتا ہے کہ خُدا اچھا ہے۔ اور اِس طرح جب ہم خُدا کی بخشی ہُوئی چیزوں کی طرف دیکھتے ہیں تو سُوچتے ہیں کہ خُدا صِرف اچھی چیزیں یا صِرف اچھی برکتیں ہی بخشتا ہے۔

مثال کے طور پر متّی ۶ باب، اُس کی ۳۱ سے ۳۳ آیت میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ، ’’اِس لِئے فِکرمند ہو کر یہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پیئیں گے یا کیا پہنیں گے؟ کیونکہ اِن سب چیزوں کی تلاش میں غَیر قَومیں رہتی ہیں اور تُمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تُم اِن سب چیزوں کے مُحتاج ہو۔ بلکہ تُم پہلے اُس کی بادشاہی اور اُس کی راستبازی کی تلاش کرو تو یہ سب چیزیں بھی تُم کو مِل جائیں گی۔‘‘

متّیؔ کی اِنجیل ہی کے ۷ باب، اُس کی ۹ سے ۱۱ آیت میں لکھا ہے، ’’تُم میں ایسا کونسا آدمی ہے کہ اگر اُس کا بیٹا اُس سے روٹی مانگے تو وہ اُسے پتھر دے؟ یا اگر مچھلی مانگے تو اُسے سانپ دے؟ پس جب کہ تُم بُرے ہو کر اپنے بچّوں کو اچھی چیزیں دینا جانتے ہو تو تُمہارا باپ جو آسمان پر ہے اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیزیں کیوں نہ دے گا؟‘‘

اِس کے علاوہ کچھ اَور چیزیں بھی ہیں جو خُدا ہمیں بخشتا ہے۔ مِثال کے طور پر، آرام (متّی ۱۱:۲۸)، رُوح ُالقُدس (لُوقا ۱۱:۱۱-۱۳)، زندگی (رومِیوں ۸:۱۱)، ابدی زندگی (یوُحنّا ۱۰:۲۸)، اطمینان (یُوحنّا ۱۴:۲۷)، اور سمجھ (۲-تیمُتھیُس ۲:۷)۔

خُدا نہ صِرف ہمیں اچھی چیزیں بخشتا ہے بلکہ وہ غیر طرفدار بھی ہے۔ وہ کِسی کی طرفداری نہیں کرتا۔ متّی ۵ باب، اُس کی ۴۵ آیت میں لکھا ہے، ''۔۔۔وہ اپنے سُورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور راستبازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے۔'' پہلا تیمُتھیُس کے ۲ باب، اُس کی ۳ سے ۴ آیت میں لکھا ہے، ''۔۔۔مُنجّی خُدا۔۔۔ چاہتا ہے کہ سب آدمی نجات پائیں اور سچّائی کی پہچان تک پہنچیں۔''

ہم نہ صِرف اچھی چیزیں خُدا کے ساتھ منسلک کر دیتے ہیں بلکہ جو ہمارے نزدیک بُری چیزیں ہوتی ہیں اُنہیں شیطان کے پلے باندھ دیتے ہیں۔ مِثال کے طور پر شیطان جُھوٹ کا باپ ہے اور خُون کرنے والا (یُوحنّا ۸:۴۴)، خُدا کے لوگوں پر الزام لگانے والا (مُکاشفہ ۱۲:۹-۱۰)، جسمانی تکلیف پہنچانے والا (لُوقا ۱۳:۱۰-۱۶، ۲-کُرِنتھیوں ۱۲:۷) اور دُکھ اور بربادی لانے والا ہے (۱-پطرس ۵:۸-۹)۔

لیکن اگر خُدا اچھی چیزیں دیتا ہے اور شیطان، شیطانی اور بُری چیزیں تو پھر یُوناؔہ کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اُسے دیکھ کر ہمیں یقیناً حیرانگی ہُوئی ہو گی۔ کیونکہ بہت سی چیزیں جو خُدا نے یُوناؔہ کو دِیں ہماری نظر میں بُری ہیں۔ کون تباہی لانے والے کیڑوں اور مشرِق سے چلتی تیز ہواؤں اور گرمی سے خُوش ہو گا اور اُن کے لِئے خُدا کا شکر ادا کرے گا؟ اور وہ زبردست سُمندری طوفان جس کا ذکر پہلے باب کی ۴ آیت میں ہے۔ اِس عِبرانی جُملے کا یُوں ترجمہ کِیا جا سکتا ہے، ''خُدا نے زبردست تیز ہَوا کی بُوچھاڑ کر دی۔'' طوفان سے بہت نقصان ہُوا۔ یہ خُدا کا ایک اچھا تحفہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جب ہم پاک کلام پر توجہ دیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ صِرف یُوناؔہ کی کتاب تک ہی محدود نہیں۔ نَوحہ ۳ باب، اُس کی ۳۸ آیت میں لکھا ہے، ''کیا بھلائی اور بُرائی حق تعالیٰ ہی کے حُکم سے نہیں ہے؟'' پہلا سموئیل ۲ باب، اُس کی ۶ سے ۷ آیت میں لکھا ہے، ''خُداوند مارتا ہے اور جِلاتا ہے۔ وُہی قبر میں اُتارتا اور اُس سے نِکالتا ہے۔ خُداوند مِسکین کر دیتا اور دَولتمند بناتا ہے۔ وُہی پست کرتا اور سرفراز بھی کرتا ہے۔'' اور اِستِثنا ۲۸ باب، اُس کی ۶۳ آیت میں لکھا ہے، ''۔۔۔تُم کو فنا کرانے اور ہلاک کر ڈالنے سے خُداوند خُشنُود ہو گا۔۔۔'' اگر اُس کے لوگ شرِیعت کی کتاب میں لکھی ہُوئی باتوں پر عمل نہ کریں گے۔ کیا خُدا کے بارے میں ہمارا تصور غلط ہے؟ کیا خُدا واقعی اپنی مخلوق پر تکلیف و مصِیبت لا کر خُوش ہوتا ہے؟

یہ نظریہ جو اُوپر پیش ہُوا ہے ایک مسئلہ پیدا کر دیتا ہے۔ پاک کلام میں خُدا کے بارے میں بار بار آیا ہے کہ وہ رحم کرنے والا، ہمدرد اور اچھائی کرنے والا خُدا ہے۔ جیسے کہ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں یُوناؔہ کہتا ہے، ''۔۔۔مَیں جانتا تھا کہ تُو رحِیم و کرِیم خُدا ہے جو قہر کرنے میں دِھیما اور شفقت میں غنی ہے اور عذاب نازِل کرنے سے باز رہتا ہے۔'' (یُوناہ ۴:۲) ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خُدا کِسی کو نہیں آزماتا۔ یعقُوبؔ پہلا باب، اُس کی ۱۳ آیت میں لکھا ہے، ''جب کوئی آزمایا جائے تو یہ نہ کہے کہ میری آزمایش خُدا کی طرف سے ہوتی ہے کیونکہ نہ تو خُدا بدی سے آزمایا جا سکتا ہے اور نہ وہ کِسی کو آزماتا ہے۔'' اِس کے علاوہ رومِیوں ۸ باب، اُس کی ۲۸ آیت ہمیں تسلی دیتی ہے کہ اُن کے لِئے جو خُدا سے محبّت رکھتے ہیں سب چیزیں (محض کچھ چیزیں نہیں)

بھلائی پَیدا کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ خُدا جو اچھا اور پُر محبّت ہے، اپنے لوگوں کو مصِیبت و تباہی میں نہیں ڈال سکتا۔

خُدا کے بارے میں ہمارا یہ نظریہ کہ وہ اچھائی کرنے والا خُدا ہے، غلط نہیں ہے بلکہ اچھائی کے بارے میں ہمارا تصور غلط ہے کہ اچھائی ہے کیا۔ خُوش قسمتی سے خُدا نے ہمارے لِئے اچھائی کی وضاحت بھی کر دی ہے۔ رومیوں کی کتاب ۸ باب، اُس کی ۲۸ اور ۲۹ آیت میں لکھا ہے، ''اور ہم کو معلُوم ہے کہ سب چیزیں مِل کر خُدا سے محبّت رکھنے والوں کے لِئے بھلائی پَیدا کرتی ہیں یعنی اُن کے لِئے جو خُدا کے اِرادہ کے مُوافِق بُلائے گئے۔ کیونکہ جِن کو اُس نے پہلے سے جانا اُن کو پہلے سے مُقرّر بھی کِیا کہ اُس کے بیٹے کے ہمشکل ہوں تا کہ وہ بہت سے بھائیوں میں پہلوٹھا ٹھہرے۔'' دُوسرے لفظوں میں یہ کہ ہر وہ چیز جو مسیح کی مانند بننے کا سبب بنے یا خُدا کے بُلاوے کا جواب دینے میں مدد کرے وہ اچھی ہے۔

یُوں لگتا ہے کہ ہم اُس وقت تک مسیح یِسُوعؔ کی مانند نہیں بن سکتے جب تک ہم دُکھوں اور پریشانیوں یعنی اُن چیزوں کا سامنا نہ کریں جو ہمارے نزدیک بُری ہیں۔ جب کہ خُدا اچھائی کرنے والا ہے اِس لِئے ہمیں یقین ہونا چاہیے کہ جو کچھ بھی وہ ہمارے ساتھ ہونے دے رہا ہے اُس میں آخر کار ہمارا ہی بھلا ہو گا۔ مسیح یِسُوعؔ نے بھی دُکھ تکلیف سہی تا کہ وہ ہمارا نجات دہندہ بن سکے۔ عِبرانیوں ۵ باب، ۷ سے ۹ آیت میں لکھا ہے، ''اُس نے اپنی بشرِیت کے دِنوں میں زور زور سے پُکار کر اور آنسُو بہا بہا کر اُسی سے دُعائیں اور اِلتجائیں کِیں جو اُس کو مَوت سے بچا سکتا تھا اور خُدا ترسی کے سبب سے اُس

کی سُنی گئی۔ اور باوُجوُد بیٹا ہونے کے اُس نے دُکھ اُٹھا اُٹھا کر فرمانبرداری سِیکھی۔ اور کامِل بن کر اپنے سب فرمانبرداروں کے لِئے ابدی نجات کا باعِث ہُوا۔" اگر مسیح یِسُوعؔ کو دُکھ اُٹھانا پڑا تو کیا یہ کوئی حیرت کی بات ہے کہ ہمیں بھی کِسی موقع پر دُکھ ضرُور سہنا پڑے گا؟

ہمیں پورا یقین ہونا چاہیے کہ اگر ہم دُکھ اٹھاتے ہیں تو ایسا ہونا ہمارے لِئے ضرُوری ہے۔ خُدا ہمیں تباہ کرنا نہیں چاہتا بلکہ وہ ایسا بڑا ڈاکٹر ہے جو ہمیں ہر قیمت پر (خواہ ہماری طرف سے ہو یا اُس کی طرف سے) تندرُست کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ ہمیں پیار کرتا ہے۔ خُدا کا مقصد ہمیں تکلیف دینا نہیں۔ لیکن تکلیف اکثر اُس علاج کی ایک طبعی شکل ہوتی ہے جس کو خُدا کی طرف سے ہمیں ضرُور برداشت کرنا ہوتا ہے تا کہ صحت یاب ہوسکیں۔

وہ مصِیبت اور دُکھ جس میں شیطان ہمیں پھنساتا ہے، اور وہ دُکھ و تکلیف جو خُدا ہم پر لاتا ہے، اُس میں بہت فرق ہے۔ شیطان ہمیں تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے۔ لیکن خُدا اُس تکلیف اور دُکھ سے ہمیں راستباز بنانا چاہتا ہے۔ جب خُدا ہماری زندگی میں دُکھ و تکلیف لاتا ہے تو درحقیقت وہ ہمارے ساتھ بھلائی کر رہا ہوتا ہے جو صِرف دُکھ سہہ کر حاصل ہوسکتی ہے۔ خُدا ایک ماہر سرجن ہے۔ وہ ہماری بیماری جانتا ہے اور ضرُوری ہے کہ وہ ہمیں تندرُست و صحت یاب کرنے کے لِئے سرجری کی تکلیف سے گزارے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا مَیں وہ تکلیف اُٹھانے کے لِئے تیار ہُوں تا کہ خُدا مُجھے تندرُست کر سکے؟ کیا مَیں مسیح یِسُوعؔ کی مانند بننا چاہتا ہُوں؟ کیا مَیں خُدا پر اِتنا اعتماد و بھرُوسہ رکھتا ہُوں کہ مَیں خُوشی و خُوشحالی میں دی ہُوئی اچھائی

خُدا پر اِتنا اعتماد و بھرُوسہ رکھتا ہُوں کہ مَیں خُوشی و خُوشحالی میں دی ہُوئی اچھائی کے ساتھ ساتھ اُس اچھائی کو بھی قبول کروں جو وہ دُکھ تکلیف میں دیتا ہے؟